عمران سیریز
مظہر کلیم ایم اے
ڈیٹنگ تھری

عمران سیریز

ڈیشنگ تھری

مکمل ناول

مظہر کلیم ایم اے

یوسف برادرز
پاک گیٹ
ملتان

ناشران ------ اشرف قریشی

--------- یوسف قریشی

پرنٹر ------ محمد یونس

طابع ------ ندیم یونس پرنٹرز لاہور

قیمت --- 40 --- روپے

چند باتیں

معزز قارئین! جرائم کی دنیا میں بعض اوقات ایسے مجرم بھی نمودار ہو جاتے ہیں جو مجرم ہونے کے باوجود مجرم نہیں ہوتے۔ ان کا مقصد بے حد نیک ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا انداز مجرمانہ ہوتا ہے۔ ڈیتھنگ تھری بھی ایسے مجرموں کی کہانی ہے۔ جن کے سامنے ایک بلند اور اعلیٰ مقصد ہے۔ لیکن اپنے مقصد کے حصول کیلئے انہوں نے جو طریقہ استعمال کیا وہ عمران جیسے آدمی کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ چنانچہ عمران اور ان مجرموں کے درمیان ایک خوفناک کشمکش شروع ہو گئی۔ لیکن جب عمران نے ان مجرموں پر قابو پایا تب اسے احساس ہوا کہ یہ بیچارے تو بڑے اعلیٰ مقصد کیلئے ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ اور ظاہر ہے عمران آخر عمران ہی ہے۔ وہ انہیں گرفتار کرنے کی بجائے مونگ کی دال کھلانے پر مُصر ہو جاتا ہے۔ اور سیکرٹ سروس اور ایکسٹو ظاہر ہے

اس دال پر لیموں نچوڑنے کے علاوہ اور کیا کر سکتے تھے۔

اس ناول کے اختتام پر پہنچنے کے بعد آپ کی ہمدردیاں یقیناً مجرموں کے ساتھ ہوں گی اور شاید آپ بھی عمران کی مونگ کی دال کی دعوت میں شریک ہونا پسند کریں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ ناول پہلے پڑھ لیں۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور بڑی سی میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے سفید مونچھوں والے باوقار شخصیت کے مالک سر جمشید نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا ان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

دروازے میں سے ایک نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اندر داخل ہوا اس کے بال الجھے ہوئے تھے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی ہو رہی تھی اور جسم پر موجود شاندار سوٹ اس وقت کریز سے بے نیاز تھا۔ اس نے ایک ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑا ہوا تھا۔ چہرے پر انتہائی جوش کے آثار نمایاں تھے۔

"سر! سر! میں نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ عظیم کامیابی" اس نے میز کے قریب آکر انتہائی مسرت آمیز لہجے میں کہا۔

"کیا کامیابی حاصل ہو گئی کمال، بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے مجھے بتلاؤ۔" سر جمشید نے قدرے مسکراتے ہوئے مگر انتہائی سخت لہجے میں اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ویری سوری سر دراصل کامیابی کے جوش میں مجھے آداب کا خیال نہیں رہا" نوجوان نے اچانک مؤدبانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں تم جیسے جوشیلے نوجوان ہی غیر معمولی کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔ مجھے بتلاؤ کیا بات ہے" سر جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سر۔ آپ کو تو علم ہے کہ میں ایئر لائٹ بم تھیوری پر کام کر رہا تھا اور آپ کو یہ سن کر یقیناً مسرت ہوگی کہ میں نے اس بم کو تیار کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یہ دیکھئے اس کا فارمولا" کمال نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ کو سر جمشید کے سامنے بڑے ادب سے رکھتے ہوئے کہا۔

"ہونہہ اگر واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو تو یہ ایک عظیم کامیابی ہے"۔ سر جمشید نے جواب دیا۔ اور پھر کاغذ اٹھا کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔

کمال بڑی اشتیاق آمیز نظروں سے انہیں دیکھتا رہا۔ سر جمشید کافی دیر تک اس کاغذ کو غور سے دیکھتے رہے۔

پہلے تو ان کے چہرے پر سنجیدگی کے تاثرات طاری رہے مگر تھوڑی دیر بعد ان کے چہرے کا رنگ یکدم بدل گیا۔ اب چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تیر رہی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ خوشی سے اچھلنا چاہتے ہوں مگر اپنے وقار کا خیال رکھتے وہ اس مسرت کو دبا رہے ہوں۔

"ویری گڈ ویری گڈ۔ واقعی اس فارمولے کے تحت یہ بم کامیاب رہے گا۔ تم نے واقعی اس پر محنت کی ہے۔ میں مبارکباد پیش کرتا ہوں کمال۔ تم نے ایک عظیم اور خلاف توقع کامیابی حاصل کی ہے" سر جمشید نے مسرت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

تھینک یو سر۔ آج کئی برس کے بعد میری محنت بار آور ہوئی ہے۔

اب آپ اس کے پریکٹیکل کے لئے انتظامات کرائیں۔ میں جلد از جلد اس کو تیار کر کے اس کی کارکردگی چیک کرنا چاہتا ہوں" کمال نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں آج ہی ڈیفنس کونسل کو اس کی رپورٹ کرتا ہوں، امید ہے جلد ہی منظوری آجائے گی" سر جمشید نے جواب دیا۔

"تھینک یو سر بس ایک مہربانی فرمائیے گا۔ ڈیفنس کونسل کو بھرپور سفارش کیجئے گا کہ وہ جلد از جلد اس کی منظوری دے دیں" کمال نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"تم بے فکر رہو کمال مجھے تمہاری محنت کا احساس ہے میں جلد ہی اس کی منظوری حاصل کر لوں گا۔" سر جمشید نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو سر، اچھا اب مجھے اجازت دیجئے میں کئی دن سے گھر نہیں گیا میں آج اطمینان بھری نیند سونا چاہتا ہوں" کمال نے اجازت طلب لہجے میں کہا۔

"ہاں، ہاں اب تم جا سکتے ہو" سر جمشید نے کہا۔

"او۔ کے سر گڈ بائی" کمال نے سلام کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کے باہر نکلتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ اور سر جمشید نے ایک بار پھر اس کاغذ کو بغور دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر انہوں نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور بٹن دبا کر پی۔ اے کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

"ڈیفنس کونسل کے سیکرٹری ارشد سے بات کراؤ"

"بہتر سر" دوسری طرف سے پی اے کی آواز سنائی دی۔ اور رسیور کریڈل

پر رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ سر جمشید نے چونک کر ریسیور اٹھا لیا

"ارشد صاحب سے بات کیجئے سر" پی اے کی آواز ریسیور پر ابھری

"ہیلو جمشید سپیکنگ" سر جمشید نے باوقار لہجے میں کہا۔

"یس ارشد بول رہا ہوں" سر جمشید فرمائیے کیسے یاد کیا۔ دوسری طرف سے بھی ایک گھمبیر آواز سنائی دی۔

"ارشد صاحب! میرے محکمے کے ایک سائنسدان کمال حسین کو تو آپ اچھی طرح جانتے ہی ہوں گے" سر جمشید نے بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

کمال حسین! ہاں ہاں وہ جوشیلا سا نوجوان! ہاں اچھی طرح جانتا ہوں، اس کے کام کی ایک بار آپ نے تعریف بھی کی تھی کیوں کیا ہوا، کوئی خاص بات ہو گئی ہے۔ سیکرٹری ارشد نے تجسس آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ہاں آج اس نے ایک عظیم کامیابی حاصل کر لی ہے۔ وہ ایک نئی ساخت کے بم پر کام کر رہا تھا اسے اس نے ائیر لائٹ بم کا نام دے رکھا وہ کئی سالوں سے اس کی تھیوری پر بڑی محنت کر رہا تھا آج اس نے نظریاتی طور پر اس بم کو بنانے کا فارمولا تیار کر ہی لیا ہے۔ اس وقت وہ فارمولا میرے سامنے موجود ہے اور دیکھ کر ہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بم انتہائی کامیاب ہتھیار ثابت ہو گا" سر جمشید نے تعریفی لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ" ائیر لائٹ بم واقعی نیا نام ہے اس کا بنیادی آئیڈیا کیا ہے" سیکرٹری ارشد نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

یہ بم سائنس کے اس فارمولے پر بنایا گیا ہے کہ جس جگہ کی ہوا ہلکی ہو کر اوپر اٹھ جاتی ہے تو وہاں دوسری ہوا پوری قوت سے اس خلا کو پورا کرنے کے لئے

آگے بڑھتی ہے اس طرح اس علاقے میں آندھی آ جاتی ہے" سر جمشید نے سیکرٹری کو سمجھاتے ہوئے کہا

تو کیا یہ بم آندھی لے آئے گا" سیکرٹری ارشد نے مسرت آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ہاں جس جگہ یہ بم گرایا جائے گا وہاں اس بم کی رینج کے مطابق اس علاقے کی ہوا ایکدم ہلکی ہو کر اوپر اٹھ جائے گی اور نتیجہ کے طور پر اتنی شدید آندھی آ جائے گی کہ اس کا تصور بھی محال ہے بس یوں سمجھ لیجئے کہ مضبوط سے مضبوط عمارت بھی اس کے نتیجے میں تنکوں کی طرح اڑ جائے گی" سر جمشید نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری گڈ، واقعی یہ ایک عظیم ایجاد ہے اس کے تحت دشمن کے ہوائی اڈے، اہم تنصیبات، ان کی فوجوں کے جھگھٹے باآسانی تتر بتر کیے جا سکتے ہیں۔"

سیکرٹری ارشد نے مسرت سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔

ہاں، اب سب کچھ ممکن ہو جائے گا۔ محدود مقدار میں بم جنگ کا پانسہ باآسانی پلٹ سکتے ہیں" سر جمشید نے فخریہ لہجے میں کہا۔

تو پھر جلد ہی اس کی تیاری کا انتظام ہونا چاہیئے" سیکرٹری ارشد نے اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

"اسی مقصد کے لئے میں نے آپ کو ٹیلی فون کیا ہے کہ میں یہ فارمولا کونسل میں بھیج رہا ہوں آپ اس سلسلے میں ذاتی دلچسپی لے کر اس کی جتنی جلدی ہو سکے منظوری حاصل کر کے واپس بھجوا دیں تاکہ اس کی کامیابی کی رپورٹ ہمیں محکمے کی اس سال کی کارکردگی میں شامل ہو سکے" سر جمشید نے جواب دیا

ٹھیک ہے سر جمشید آپ اس فارمولے کو کل میرے پاس بھجوا دیں۔ میں

کوشش کروں گا کہ ڈیفنس کونسل اس کو جلد از جلد منظور کرے" سیکرٹری ارشد نے اعتماد سے پر لہجے میں جواب دیا۔

"تھینک یو۔ بس یہ خیال کیجئے گا کہ فارمولا انتہائی خفیہ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کی اگر ہوا بھی کسی کو لگ گئی تو ہم تو ایک طرف رہا ہمیں کمال حسین کی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے" سر جمشید نے جواب دیا۔

"آپ بے فکر رہیں۔ مجھے اپنی ذمہ داریوں کا بخوبی احساس ہے" سیکرٹری ارشد نے گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔

"اوکے گڈ بائی" سر جمشید نے کہا اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ اس فارمولے پر اپنی رپورٹ لکھنے میں مصروف ہو گئے۔ تاکہ اسے ڈیفنس کونسل بھیجنے کے لئے تیار کر دیں۔

عمران آرام کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بڑے اطمینان سے ایک ضخیم کتاب کے مطالعے میں مصروف تھا۔ اُسے چونکہ مطالعے کے لئے بڑا کم وقت ملتا تھا اس لئے آج جیسے ہی اسے موقعہ ملا اس نے سلیمان کو بلا کر سنجیدگی سے کہہ دیا کہ کم از کم دو گھنٹے تک اسے کسی قیمت پر ڈسٹرب نہ کیا جائے اور اگر کوئی ٹیلیفون بھی کرے تو صرف پیغام نوٹ کر لے۔

اسے مطالعہ کرتے ہوئے ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو گیا تھا اور وہ تقریباً چوتھائی کتاب پڑھ چکا تھا کہ اچانک سلیمان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"صاحب صاحب"

"کیا ہے میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ مجھے ڈسٹرب نہ کرنا" عمران نے چونک کر سر اٹھاتے ہوئے انتہائی تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"صاحب سر سلطان کا ٹیلی فون ہے۔ میں نے ان سے بہتیرا کہا ہے کہ آپ مطالعہ کر رہے ہیں مگر وہ مانتے ہی نہیں کہتے ہیں کہ انتہائی ضروری کام ہے" سلیمان نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"سر سلطان نے بھی زندگی عذاب کر رکھی ہے چین سے دو گھنٹے بھی مطالعہ نہیں کرنے دیتے۔ ٹیلی فون یہاں اٹھا لاؤ" عمران نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اور کتاب بند کر کے ساتھ موجود تپائی پر رکھ دی۔

چند لمحوں بعد سلیمان نے ٹیلی فون لا کر ساتھ کی تپائی پر رکھ دیا اور رسیور عمران کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔

"صاحب چائے لے آؤں آپ تھک گئے ہوں گے" سلیمان کا لہجہ بے حد مشفقانہ تھا۔

"نہیں ضرورت نہیں ہے" عمران نے خلاف توقع ڈانٹ کر جواب دیا۔ اور سلیمان کان دبائے خاموشی سے باہر چلا گیا۔ وہ عمران کے موڈ کو اچھی طرح سمجھتا تھا اسے معلوم تھا کہ مطالعے میں ڈسٹرب سے اب عمران کا موڈ سارا دن آف رہے گا۔

"یس عمران سپیکنگ" عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"میں سلطان بول رہا ہوں عمران بیٹے" دوسری طرف سے سر سلطان کی

باوقار آواز سنائی دی۔

"مجھے معلوم ہے فرمائیے" عمران نے پہلے سے بھی زیادہ سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ اس کے چہرے پر ناگواری اور بیزاری کے گہرے تاثرات نمایاں تھے۔

"عمران بیٹے کیا بات ہے آج تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے"۔ سر سلطان نے تشویش آمیز لہجے میں پوچھا کیونکہ عمران کا اس قسم کا رویہ ان کی توقع کے خلاف تھا۔

"کیا آپ نے صرف میری طبیعت پوچھنے کے لئے ٹیلی فون کیا تھا" عمران کا لہجہ اور زیادہ سخت ہو گیا۔

"نہیں یہ بات نہیں مجھے ایک ضروری کام تھا۔ مجھے سلیمان نے بتلایا تھا کہ تم مطالعے میں مصروف ہو مگر کام اتنا ضروری تھا کہ تمہیں ڈسٹرب کرنا ہی پڑا" اس بار سر سلطان نے بھی انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"آپ اگر اس تمہید کی بجائے وہ کام ہی بتلا دیتے تو زیادہ بہتر تھا۔ بہرحال فرمائیے" عمران کا موڈ بدستور آف تھا۔

"کیا تم نے کل کا اخبار دیکھا تھا" سر سلطان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں مجھے اخبار کی فرصت ہی نہیں ملی" عمران نے جواب دیا۔

"کل کے اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی ہے اس خبر پر حکام میں تہلکہ مچا ہوا ہے کیونکہ یہ ٹاپ سیکرٹ تھا۔ اس کا آؤٹ ہو جانا ملک کے مفاد کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے" سر سلطان نے بتلایا۔

"پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟" عمران نے اسی طرح سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"عمران تمہارا موڈ اس وقت آف ہے۔ اس لیے تم سے کچھ کہنا فضول ہے۔ تم مطالعہ کرو اور اگر ہو سکے تو کل کا اخبار دیکھ لینا۔ جب تک تمہارا موڈ ٹھیک ہو جائے گا" سر سلطان نے اس کے لہجے پر جھنجھلا کر جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔ وہ رسیور رکھ چکے تھے۔

عمران کے سنجیدہ چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ کی لہر دوڑ گئی اور اس نے رسیور کریڈل پر رکھتے ہوئے ایک طویل سانس لی اور پھر زور سے سلیمان کو آواز دی۔

پہلی آواز پر ہی سلیمان الف لیلیٰ کے جن کی طرح حاضر ہو گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ انتظار میں تھا۔

"جی" اس نے بے حد مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

"سلیمان پیارے فون سے پہلے تم کوئی بات کہہ رہے تھے" عمران کا لہجہ بے حد نرم تھا۔ چہرے پر پہلے والی معصومیت چھا گئی تھی۔

"میری یادداشت کافی عرصے سے خراب ہے جناب اس لئے میں نہیں بتلا سکتا کہ میں کیا کہہ رہا تھا" سلیمان عمران کا موڈ دیکھتے ہی بگڑ گیا۔

"کتنے عرصے سے خراب ہے" عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کہہ تو رہا ہوں کہ یادداشت خراب ہے اب عرصہ کیسے بتلاؤں" سلیمان بھلا کب عمران کے چکر میں آنے والا تھا۔

"اچھا پھر تمہیں تو یہ بھی یاد نہیں ہو گا کہ تم نے اس مہینے کی تنخواہ لینی ہے یا نہیں" عمران اب پوری طرح فارم میں آگیا تھا۔

"ارے نہیں جناب لینے کے معاملے میں میری یادداشت ڈبل ہو گئی ہے صرف دینے کے معاملے میں خراب رہتی ہے۔"

"صرف اس مہینے کی ہی نہیں بلکہ پچھلے پورے سال کی تنخواہ لینی ہے" سلیمان نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"ارے ارے خدا کا واسطہ مانو مجھ غریب پر ظلم کرتے ہو مجھ سے تو تم آئندہ دس سال کی تنخواہ بھی پیشگی لے چکے ہو۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا، اچھا نہ آپ کی بات صحیح نہ میری۔ آپ اس ماہ کی تنخواہ ہی دے دیجئے" سلیمان فوراً صلح پر اتر آیا۔

"اب بات ہوئی نہ۔ اچھا تمہیں یاد تو ہوگا کہ تین چار مہینے ہوئے تم نے مجھے سو روپیہ ادھار دیا تھا" عمران نے کہا۔

"بالکل یاد ہے جناب۔ بھلا یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے" سلیمان نے زور دے کر کہا۔

"تو پھر یہ بھی یاد ہوگا کہ پرسوں تم نے مجھ سے پانچ سو روپے ادھار لئے تھے" عمران نے سنجیدہ لہجہ بناتے ہوئے کہا۔

"قطعی نہیں بالکل نہیں۔ مجھے قطعی یاد نہیں" سلیمان نے فوراً جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب میں سمجھ گیا تمہاری یادداشت تمہارے کنٹرول میں رہتی ہے۔ جب چاہا ٹھیک ہو گئی جب چاہا خراب ہو گئی۔" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

"ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے جناب آج کل زمانہ بڑا خراب ہے اس لئے ہر چیز اپنے کنٹرول میں رکھنی چاہیے" سلیمان نے بڑے فلسفیانہ لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا جناب فلسفی صاحب! اب مزید میرا مغز نہ کھائیے ایک کپ چائے اور کل کی تاریخ کا اخبار لے آئیے" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"چائے تو میں پی چکا ہوں دوبارہ پینے کا موڈ نہیں ہے لو، کل کا اخبار تو میں کل چائے بناتے ہوئے جلا بھی چکا ہوں آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ گھر

صاف ستھرا رکھنا چاہیئے۔ خوانخواہ پرانی اخباروں کی ردی سے گھر خراب کرنے کا فائدہ" سلیمان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی واپس مڑ گیا۔

"تمہارے پرزے بھی اب مجھے کسنے پڑیں گے سلیمان" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر دوبارہ کتاب اٹھا کر کھول لی۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان چائے کا کپ تپائی پر اور ایک اخبار میز پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ساتھ والے گھر سے مانگ کر لایا ہوں آئندہ اخبار روز پڑھ لیا کریں۔ پرانا اخبار پڑھنے والے زمانے سے پیچھے رہ جاتے ہیں" سلیمان نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔

عمران نے کتاب رکھ کر اخبار اٹھا لیا اور چائے پینے کے ساتھ ساتھ اس کی نظریں اخبار کی خبروں پر دوڑنے لگیں۔ اسے اس خبر کی تلاش تھی جس کے لئے سر سلطان اور حکام اتنے پریشان تھے۔ مگر تمام اخبار پڑھنے کے باوجود اسے کوئی ایسی خبر نظر نہ آئی جسے وہ اتنی اہمیت کے قابل سمجھتا۔

عمران نے کچھ سوچتے ہوئے رسیور اٹھایا اور سر سلطان کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"سلطان سپیکنگ" دوسری طرف سے سر سلطان کی گمبھیر آواز سنائی دی۔

"آپ کیوں اتنی کسرنفسی سے کام لیتے ہیں کہ اپنا سر ہی غائب کر دیتے ہیں بے سر کے آپ کچھ نہیں لگتے۔ صرف سلطان کی بجائے سر سلطان کہا کریں" عمران نے بڑے شگفتہ لہجے میں کہا۔

"ہوں تو تمہارا موڈ ٹھیک ہو گیا ہے۔ مگر عمران اب مجھے احساس ہوتا جا رہا ہے کہ تم روز بروز کچھ موڈر ہوتے جا رہے ہو" سر سلطان نے قدرے ناراض لہجے

میں کہا۔

"ارے جناب ایسی کوئی بات نہیں دراصل بعض اوقات آپ کو تنگ کرنے کو خوامخواہ جی چاہنے لگتا ہے۔"

عمران نے ان کی ناراضگی کو محسوس کرتے ہوئے انہیں منانے کے لئے کہا۔

"دیکھو عمران تم میرے ساتھ ایسا رویہ اختیار نہ کیا کرو میرے محبت بھرے جذبات کو بے حد ٹھیس لگتی ہے۔" سر سلطان نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ کو جنگلوں میں عمران، عمران پکارتے پھرنا چاہیے تھا۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

اور سر سلطان بھی اس کی بات پر بے اختیار قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئے۔

"کل کا اخبار میرے سامنے پڑا ہے مگر اس میں تو اہم ترین چیز ایک ہی ہے وہ ہے ضرورت رشتہ کا اشتہار۔" عمران نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

"عمران بیٹے فرنٹ پیج پر دو کالمی خبر لگی ہوئی ہے۔ ائیر لائٹ بم کے متعلق اسے پڑھو۔" سر سلطان نے سنجیدہ لہجے میں بتلایا۔

عمران نے اخبار پر نظریں دوڑائیں اور پھر اس کی نظریں اس خبر پر پڑ گئیں۔ اس نے بڑے غور سے اس خبر کو پڑھنا شروع کر دیا۔ خبر میں ائیر لائٹ بم کے متعلق پوری تفصیل موجود تھی۔

"میں نے خبر پڑھ لی ہے جناب مگر اس میں مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آئی البتہ بم کا آئیڈیا نیا ہے۔" عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"عمران بیٹے تمہیں معلوم ہے کہ ہماری حکومت نے ڈیفنس کونسل کے تحت ایک وار ویپن ریسرچ سنٹر قائم کیا ہوا ہے اس ریسرچ سنٹر کے انچارج

سائنسدان سر جمشید ہیں اس ریسرچ سنٹر کے ایک سائنسدان کمال حسین نے اس بم کا فارمولا تیار کیا اور پھر سر جمشید نے اسے منظوری کے لئے ڈیفنس کونسل میں بھیج دیا ہے۔

یہ ٹاپ سیکرٹ تھا مگر خبر آؤٹ ہو گئی اور اخبار میں آنے کے بعد فارن ریڈیو نے بھی اس خبر کی تفصیلات براڈ کاسٹ کی ہے چنانچہ اب حکام یہ سوچ رہے ہیں کہ یقیناً غیر ملکی جاسوس اس فارمولے کو اڑانے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ کمال حسین کی جان کو بھی شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے اور اگر ایسا ہو گیا تو یہ ملک کے مفاد کے لئے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔" سر سلطان نے تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا۔

"یہ معلوم ہوا کہ خبر کیسے لیک آؤٹ ہو گئی۔" عمران نے پوچھا۔

"ہاں خبر لیک آؤٹ ہوتے ہی سر جمشید نے ملٹری انٹیلی جنس کو رپورٹ کی اور انہوں نے دو گھنٹے کی تحقیقات کے بعد سر جمشید کے پی۔ اے کو گرفتار کر لیا۔ سر جمشید کے پی۔ اے نے ایک اخباری رپورٹر کو یہ خبر بتلائی تھی۔ سر جمشید نے ڈیفنس کونسل کے سیکرٹری کو ٹیلی فون پر اس فارمولے کی تفصیلات بتلائی تھیں پی۔ اے نے وہ تفصیلات سن لیں اور ایک اخباری رپورٹر کو بتلا دیں۔" سر سلطان نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"مگر ابھی اس ہلچل کی کیا ضرورت ہے۔ آپ ایسا کریں کہ ملٹری انٹیلی جنس کو چوکنا کر دیں کہ وہ کمال حسین اور اس کے فارمولے کی حفاظت شروع کر دے۔ اگر کوئی بات ہوئی تو وہ سنبھال لیں گے۔" عمران نے شائد بات ٹالنے کے لئے کہا۔

"نہیں عمران مجھے معلوم ہے کہ اگر غیر ملکی جاسوس میدان میں کود پڑے۔

تو معاملہ ان سے نہیں سنبھالا جائے گا۔ اور ہماری حکومت اس فارمولے کو کسی قیمت پر ضائع نہیں ہونے دینا چاہتی اور دوسری بات یہ ہے کہ کمال حسین سے ہماری حکومت نے بے حد توقعات وابستہ کر رکھی ہیں ہم نہیں چاہتے کہ وہ نوجوان اغوا ہو جائے یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اس لئے" پرائم منسٹر نے مجھے خاص طور پر کہا ہے کہ میں ایکسٹو کو اس معاملے کا چارج دے دوں"۔ سر سلطان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"جناب اگر میں کوئی بات کروں گا تو آپ ناراض ہو جائیں گے اب بھلا آپ ہی بتلائیے کہ ابھی کھیل شروع ہی نہیں ہوا اور میں پہلے ہی چوکیداری شروع کر دوں یہ تو وہی بات ہوئی کہ مسجد بنی ہی نہیں اور مؤذن پہلے سے موجود ہے ویسے آپ کی خاطر میں یہ کر سکتا ہوں کہ اپنا ایک ممبر وہاں تعینات کر دوں اگر اس نے کسی وقت بھی کسی مشکوک معاملے کی رپورٹ دی تو پھر میں باقاعدہ کام شروع کر دوں گا۔" عمران نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے میں بھی یہی چاہتا تھا کہ معاملہ تمہاری نظروں میں رہے۔ تاکہ تم بروقت اس کا سدباب کر سکو۔ سر سلطان نے اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"چلو جیسے آپ خوش رہیں۔ میں کیپٹن شکیل کو سر جمشید کے پی اے کی حیثیت سے وہاں بھیج دیتا ہوں آپ سر جمشید سے کہہ دیں وہ ہوشیار آدمی ہے۔ خیال رکھے گا۔" عمران نے جواب دیا۔

"او۔ کے میں ابھی انہیں اطلاع کر دیتا ہوں۔ تعاون کا شکریہ" سر سلطان نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا سر سلطان نے رسیور رکھ دیا۔

عمران نے کریڈل دبا کر کیپٹن شکیل کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی رابطہ مل گیا۔

"شکیل سپیکنگ" دوسری طرف سے کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"ایکسٹو" عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"فرمائیے جناب" کیپٹن شکیل کا لہجہ فوراً مؤدبانہ ہو گیا۔

"کیپٹن شکیل معمولی سا میک اپ کر کے داروپین ریسرچ سنٹر چلے جاؤ۔" کوڈ ایکسٹو ہوگا۔ وہاں تمہیں سنٹر کے انچارج سر جمشید کے پی اے کی حیثیت سے کام کرنا ہے۔ سنٹر میں کام کرنے والے ایک سائنسدان کمال حسین کی نگرانی کرنی ہے۔ اس نے ایک نئی ساخت کے بم کا فارمولا تیار کیا ہے۔ آج کل سنٹر میں اس فارمولے پر کام ہو رہا ہے اور خطرہ ہے کہ غیر ملکی جاسوس اس فارمولے کو نہ لے اڑیں یا کمال حسین کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ عمران نے اسے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر میں ابھی وہاں چلا جاتا ہوں" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"واچ ٹرانسمیٹر ساتھ لے جانا۔ اگر تمہیں کسی پر شک بھی ہو جائے کہ غیر ملکی مداخلت ہو رہی ہے تو مجھے فوراً مطلع کر دینا۔" عمران نے اسے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" کیپٹن شکیل نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"او۔ کے" عمران نے کہا اور پھر رسیور رکھ کر اس نے ایک طویل سانس لیا۔ اور ایک بار پھر کتاب اٹھا کر پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

شہر سے بیس میل دور ملٹری ایریا میں واروین ریسرچ سنٹر کی عمارت وسیع وعریض رقبے کو گھیرے ہوئے تھی اس عمارت کے گرد خاردار تاروں کی کافی بلند باڑ موجود تھی ان تاروں میں ہر وقت انتہائی طاقت ور الیکٹرک کرنٹ موجود رہتا تھا عمارت کے گرد چوبیس گھنٹے ملٹری کا پہرہ رہتا تھا۔

اس وقت آدھی سے زیادہ رات گذر چکی تھی سنٹر کی عمارت سرچ لائٹوں کی تیز روشنی میں نہائی ہوئی تھی اور مسلح گارڈ باقاعدہ پہرہ پر موجود تھے گیٹ پر دو مسلح آدمی بڑے چوکنے انداز میں پہرہ دے رہے تھے۔ اس عمارت میں داخلے کے لئے انتہائی سخت قواعد تھے۔ بغیر کسی سپیشل اجازت کے کسی کو اندر نہیں جانے دیا جاتا تھا۔

اچانک دور سے ایک کار کی ہیڈ لائٹس مڑ کر عمارت کے گیٹ کی طرف تیزی سے بڑھتی چلی آئیں تھوڑی دیر بعد کار مین گیٹ کے سامنے آکر رک گئی۔ دربان چوکنے ہو کر سیدھے ہو گئے۔

دوسرے لمحے کار کا دروازہ کھلا اور ایک سمارٹ سا نوجوان اس میں سے اتر کر دربان کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک چھوٹے سے کارڈ کو دربان کے سامنے کر دیا۔ کارڈ کے درمیان میں سرخ رنگ کی فاختہ بنی ہوئی تھی جو ایک بندوق کے نال پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے" دربان نے سخت لہجے میں نوجوان کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ٹاپ سیکرٹ"، نوجوان نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاشم"، کار کو اچھی طرح چیک کرو" دربان نے ساتھ کھڑے دوسرے دربان کو تحکمانہ لہجے میں کہا اور وہ دربان تیزی سے کار کی طرف بڑھ گیا۔

"آپ برائے کرم اپنی تلاشی دیں" دربان نے اس نوجوان سے کہا اور نوجوان نے بڑے اطمینان سے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے دربان نے جیب سے گائیگر نکالا اور پھر نوجوان کے تمام جسم پر پھیر کر دیکھنے لگا۔ مگر گائیگر خاموش رہا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ لوہے کی کوئی چیز اس کے کپڑوں میں موجود نہیں ہے۔

"او۔ کے"، دوسرے دربان نے بھی کار کی تلاشی کے بعد کہا۔

"گیٹ کھول دو"، پہلے دربان نے دوسرے سے کہا وہ شاید اس کا انچارج تھا اور دوسرے دربان نے پھرتی سے گیٹ کھول دیا۔

اور نوجوان نے دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور چند لمحوں بعد کار گیٹ کراس کر گئی۔ کار کی رفتار کافی آہستہ تھی اس لئے آہستہ آہستہ وہ اصل عمارت کے قریب ہوتی چلی گئی عمارت کے سامنے کے رخ سے گھوم کر کار اسکے

عقبی طرف آئی اور پھر ایک چھوٹے سے دروازے کے سامنے جا کر رک گئی۔
نوجوان کار سے نیچے اترا۔ اور پھر اس نے دروازے پر تین دفعہ مخصوص انداز میں
دستک دی۔ دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ایک سٹین گن کی نال
نوجوان کے سینے پر ٹک گئی۔ نوجوان نے بڑے اطمینان سے وہی کارڈ سامنے
کر دیا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے" سٹین گن بردار نے انتہائی سخت لہجے میں سوال
کیا۔ اس کی تیز نظریں نوجوان کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔

"ٹاپ سیکرٹ" نوجوان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

اور دربان اس کی بات سنتے ہی ایک طرف ہٹ گیا۔ نوجوان بڑے اطمینان
سے اندر داخل ہوا۔ یہ ایک طویل گیلری تھی جس کا اختتام ایک بہت بڑے دروازے
پر ہوتا تھا دروازہ مکمل طور پر سٹیل کا بنا ہوا تھا اس دروازے کے باہر کوئی دربان
نہیں تھا۔ نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گیا
اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کارڈ۔ دروازہ میں موجود ایک چھوٹی سی جھری کے اندر ڈال دیا
اور خود بڑے اطمینان سے کھڑا ہو گیا۔ ابھی اسے وہاں کھڑے چند لمحے ہی گذرے
تھے کہ اچانک سرسر کی تیز آواز پیدا ہوئی اور سیمنٹ کے بلاکس کی بنی ہوئی مضبوط
دیوار کسی پردے کی طرح کھنچ کر اس دروازے کے اوپر آ گئی دیوار نے دروازے
کو پوری طرح ڈھک لیا۔

دیوار کو دیکھتے ہی نوجوان کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے سراسیمگی کے آثار
پیدا ہوئے گو اس نے دوسرے لمحے اپنے آپ کو مطمئن کر لیا۔ مگر اس کے چہرے
پر سراسیمگی کے آثار پیدا ہوتے ہی اچانک گیلری ایک تیز سیٹی کی آواز سے گونج اٹھی
اس کے ساتھ ہی اس طرف بھی ایک دیوار کھینچتی چلی آئی جس طرف سے وہ آیا تھا۔

اور اب وہ اس گیلری میں مقید ہو کر رہ گیا اس سے پہلے کہ وہ یہاں سے نکلنے
کے لئے کچھ کر سکتا گیلری کی دیواروں سے سفید رنگ کا گاڑھا دھواں نکلنے لگا۔
اور پھر چند ہی لمحوں میں گیلری دھوئیں سے بھر گئی اور وہ نوجوان ایک دو لمحے
کے لئے لڑکھڑایا اور پھر گیلری کے فرش پر بے ہوش ہو کر گر گیا۔

آہستہ آہستہ گیلری سے دھواں چھٹتا چلا گیا اس کے بعد پچھلی دیوار
اپنی جگہ سے ہٹی اور چار مسلح آدمی تیزی سے آگے بڑھ کر اس نوجوان کے قریب
آئے وہ بے حد چوکنا محسوس ہوتے تھے نوجوان فرش پر بے حس و حرکت
پڑا ہوا تھا۔

آنے والوں میں سے ایک نے نوجوان کی نبض دیکھی اور پھر ساتھ والوں سے
مخاطب ہو کر کہا۔

"اسے اٹھاؤ"

ایک آدمی نے اس نوجوان کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر وہ تیزی
سے اس دیوار کی طرف بڑھے جو دروازے کے سامنے آ گئی تھی دیوار کے سامنے
پہنچ کر وہ رک گئے ان میں سے ایک نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور تیز لہجے میں بولا۔

"او۔ کے"

اس کے "او۔ کے" کہتے ہی دیوار تیزی سے ایک طرف سمٹی چلی گئی اور پیچھے
دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔ وہ اس نوجوان کو لئے اندر داخل ہوئے یہاں بھی
ایک چھوٹی سی گیلری تھی جو آگے جا کر دو حصوں میں بٹ گئی تھی وہ دائیں طرف
والے حصے کی طرف مڑ گئے اور پھر انہوں نے ایک دروازے کے باہر لگا ہوا بٹن
دبایا۔ دروازہ کھلا اور وہ سب اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ اس کے ساتھ
دروازہ بند ہو گیا اور کمرہ کسی لفٹ کی طرح اوپر اٹھتا چلا گیا۔ کافی اوپر جا کر

کمرہ رک گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی کمرہ ایک بار پھر کھل گیا۔ اور وہ باہر نکل آئے۔
یہ دروازہ بھی ایک گیلری میں کھلتا تھا۔ گیلری کے کونے میں صرف ایک دروازہ
تھا وہ اس دروازے کے سامنے جا کر رک گئے ان میں سے ایک نے جھک کر
دروازے کی دہلیز میں لگا ہوا ایک چھوٹا سا بٹن دبایا اور پھر سیدھا ہو کر کھڑا
ہو گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا اور وہ اس نوجوان کو لئے اندر داخل ہوئے
یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک نوجوان بیٹھا ہوا
تھا۔ اس کے چہرے پر خشونت کے آثار نمایاں تھے وہ بڑی تفصیلی نظروں سے
دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اس کو سامنے والی کرسی کے ساتھ باندھ دو" نوجوان نے بڑے تحکمانہ لہجے
میں کہا اور نوجوان کو لے آنے والوں نے اسے کرسی سے اچھی طرح باندھ دیا۔
"اب تم جا سکتے ہو" نوجوان نے ان سے مخاطب ہو کر کہا اور مسلح آدمی کمرے
سے باہر نکل گئے نوجوان کے سامنے میز پر وہی کارڈ پڑا ہوا تھا اور وہ اسے غور سے
دیکھ رہا تھا۔

پھر اس نے گہری نظروں سے نوجوان کا جائزہ لیا۔ اس کی آنکھوں میں الجھن
کے تاثرات تھے جیسے وہ اصل بات کی تہہ تک نہ پہنچ پا رہا ہو۔
کافی دیر تک سوچنے کے بعد اس نے گھڑی دیکھی اور پھر بڑبڑاتے
ہوئے کہنے لگا۔
"اسے اب تک ہوش میں آجانا چاہئے" ایک بار پھر کرسی پر بے ہوش
پڑے نوجوان کو دیکھنے لگا۔

چند لمحوں بعد نوجوان کے جسم میں حرکت ہوئی اور اس کے ساتھ ہی اس
نے آنکھیں کھول دیں۔

آنکھیں کھول کر وہ چند لمحے تک میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان اور کمرے کا
جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس کی آنکھوں میں اطمینان کی لہریں دوڑنے لگیں۔
"سنو نوجوان تم اس وقت ایسی جگہ موجود ہو جہاں غلط طور پر آنے والوں کے لئے
صرف ایک ہی سزا ہے" میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے گمبھیر لہجے میں گفتگو کا
آغاز کرتے ہوئے کہا۔
"میں جانتا ہوں ایسے لوگوں کے لئے سزائے موت مقدر ہے" بندھے ہوئے
نوجوان نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔
"خوب اس بات کو جانتے ہوئے بھی تم نے یہ غلط حرکت کی ہے۔ کیا خودکشی کرنے
کے لئے تمہارے پاس اور کوئی تجویز نہیں تھی" میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان
نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔
"خودکشی کی بات تو تب ہوتی جب میں اس عمارت میں غلط طریقے سے داخل ہوا
ہوتا۔ غلط حرکت تو آپ لوگوں نے کی ہے کہ بغیر کچھ سوچے سمجھے مجھے بے ہوش
کر کے یہاں باندھ دیا ہے آپ لوگوں کو اس غلطی کا بہت سخت خمیازہ بھگتنا پڑے گا"
نوجوان نے بڑے با اعتماد لہجے میں جواب دیا۔
"ہم خمیازہ بھگت لیں گے۔ پہلے تم اپنا تعارف کراؤ۔ اور یہ سوچ لینا کہ جب
تک میرا اطمینان نہیں ہوگا تمہاری کسی بات کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ سخت لہجے میں
جواب دیا گیا۔
"میں اپنا تعارف کرانے کے لئے تیار ہوں۔ مگر پہلے مجھے یہ بتلایا جائے
کہ مجھ سے پوچھ گچھ کرنے والے کا حدود اربعہ کیا ہے تاکہ میں بھی سمجھ سکوں کہ میں کسی
غلط آدمی کے سامنے راز عیاں نہیں کر رہا" بندھے ہوئے نوجوان نے پہلے سے
بھی زیادہ اطمینان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"میں نائٹ انچارج ہوں اور میرا نام سلطان ہے" میز کے پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے اس بار قدرے نرم لہجے میں جواب دیا۔ شاید اس نوجوان کے اعتماد سے پُر لہجے نے اس کی خود اعتمادی کو متزلزل کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے ملنا بھی تم سے ہی تھا۔ مجھے ڈی۔ ون کہا جاتا ہے تمہارے لئے میرا اتنا ہی تعارف کافی ہے" بندھے ہوئے نوجوان نے قدرے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ڈی۔ون یہ کیا ہوا۔ میں کچھ نہیں سمجھا" انچارج سلطان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"تم سمجھ بھی نہیں سکتے کیونکہ ابھی ہم نے ایسا کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا کہ عام لوگ ہمارا نام سمجھ سکیں۔ بہرحال جلد ہی لوگ اسے سمجھنے لگ جائیں گے" ڈی۔ون نے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھو ڈی۔ون میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے کہ میں تمہارے ساتھ فضول گفتگو کرتا رہوں۔ تم دو فقروں میں میرا اطمینان کرا سکو کہ تم صحیح آدمی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں ابھی تمہیں فائرنگ سکواڈ کے حوالے کر دوں گا۔ اور فائرنگ سکواڈ کے لئے اتنا کافی ہو گا کہ میں نے تمہیں ان کے حوالے کیا ہے اس کے بعد جو ہو گا وہ تم اچھی طرح سمجھتے ہو" انچارج سلطان نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

"میں نے جو کچھ کہنا تھا وہ میں کہہ چکا ہوں۔ اگر تمہارا اطمینان نہیں ہوا تو تم بے شک فائرنگ سکواڈ کو بلوا لو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ ڈی۔ون نے اس سے زیادہ سخت لہجے میں جواب دیا۔

اور نائٹ انچارج ڈی۔ون کو یوں دیکھنے لگا جیسے وہ اس کی دماغی صحت کی طرف سے مشکوک ہو گیا ہو۔

"اگر میں مطمئن ہو جاؤں تو پھر تمہارا اگلا قدم کیا ہو گا۔" انچارج نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اگلا قدم وہی ہو گا جس کے لئے میں یہاں آیا ہوں" ڈی۔ون نے مطمئن لہجے میں جواب دیا۔

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ تم کس لئے یہاں آئے ہو" انچارج نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"اس بات کا انحصار اس بات پر ہے کہ تم میرے ساتھ دوستانہ سلوک کرو۔ اگر تم مجھے بے ہوش کر کے یہاں باندھ نہ دیتے اور مجھے جائز طریقے سے اپنے آپ پاس آنے دیتے تو ظاہر ہے کہ میں آتے ہی تمہیں سب کچھ بتلا" ڈی۔ ون نے جواب دیا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اسی حالت میں سب کچھ بتلا دو" سلطان نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"نہیں یہ میرے اصول کے خلاف ہے" ڈی۔ون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تمہاری مرضی تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔ اگر تم نے دو منٹ کے اندر سب کچھ نہ بتلایا تو پھر میں فائرنگ سکواڈ طلب کر لوں گا۔ سلطان نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔

"آپ کی مرضی میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ بہرحال اتنا کہوں گا کہ آپ جیسے جذباتی آدمی کو اس سیٹ پہ نہیں ہونا چاہئیے۔ آپ ادارے کو نقصان تو پہنچا دیتا منفع نہیں پہنچا سکتے ہیں ڈی ون نے ہونٹ سکوڑتے ہوئے کہا۔

"ایک منٹ گذر چکا ہے" سلطان نے گھڑی دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"دو منٹ بھی گذر جائیں گے۔ کیا فرق پڑے گا۔ ویسے بہتر یہی ہے کہ آپ میرے کیس کے سلسلے میں خود کوئی فیصلہ کرنے کی بجائے، سر جمشید کو مطلع کر دیں وہ آپ کی نسبت زیادہ بہتر فیصلہ کر سکیں گے۔" ڈی۔ ون نے جواب دیا۔

"آخر تم ہو کیا چیز تم نے مجھے کیا سمجھا ہے اور تم نہیں جانتے کیا میں بزور بازو بھی تم سے سب کچھ اگلوا سکتا ہوں۔ سلطان نے کرسی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ شاید اس کی قوت برداشت اب ختم ہو چکی تھی وہ سخت جھلایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔

ڈی۔ ون کے قریب آ کر وہ رک گیا۔ ڈی۔ ون کے چہرے پر اسی طرح اطمینان کے تاثرات تھے۔ البتہ آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی تھی۔

سلطان نے غصے میں اس کے منہ پر تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اچانک ڈی۔ ون نے اچھل کر دونوں ہاتھوں سے سلطان کی گردن پکڑ لی۔

سلطان چند لمحوں تک اس کی اس خلاف توقع حرکت پر حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ تو یہی سمجھا تھا کہ ڈی۔ ون کے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے ہیں اور ڈی۔ ون نے اس کی حیرت سے ہی فائدہ اٹھایا اور اس سے پہلے کہ سلطان سنبھلتا ڈی۔ ون نے اس کی گردن کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور سلطان بغیر کوئی آواز نکالے بے ہوش ہو کر اس کے ہاتھوں میں جھول گیا۔

اس کے بے ہوش ہوتے ہی ڈی۔ ون نے اسے فرش پر آرام سے لٹا دیا۔ اور پھر بڑی پھرتی سے اپنے جسم پر بندھی ہوئی رسیاں کھولنے لگا۔ رسیاں کھلتے ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے اپنے جسم پر پہنا ہوا لباس اتارا اور پھر سلطان کا لباس اتارنے لگا۔ اس کا لباس اتار کر اس نے خود پہن لیا۔ اور اپنا لباس اسے پہنا دیا۔ لباس تبدیل کرنے کے بعد اس نے سلطان کو

اسی کرسی پر بٹھا دیا۔ اور پھر اسے اسی طرح کرسی پر باندھ دیا۔ جس طرح اسے باندھا گیا تھا۔

اس کے بعد اس نے اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور پھر جسم کے ساتھ بندھا ہوا ربڑ کا ایک چوڑا سا تھیلا کھول کر باہر نکال لیا۔ تھیلے کے ربڑ کا رنگ حیرت انگیز طور پر اس کے جسم کے ساتھ ملتا جلتا تھا۔ اس نے پھرتی سے تھیلے کو کھولا اور پھر اس میں سے ربڑ کا ایک ماسک نکال لیا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی گردن کے دونوں پہلوؤں پر چٹکی بھری اور دوسرے لمحے اس کے سر سے ربڑ کا ایک ماسک اترتا چلا آیا۔ اس نے ماسک کو اتار کر ایک طرف رکھا اور پھر تھیلے سے نکلے ہوئے ماسک کو اپنے چہرے پر چڑھایا اور پھر سلطان کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں سے اس ماسک کے مختلف حصوں کو دبانا شروع کر دیا اس کے دونوں ہاتھ اتنی پھرتی اور مہارت سے کام کر رہے تھے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ چند ہی لمحوں بعد اس کا چہرہ بالکل سلطان کے چہرے کی طرح بن گیا۔ اس نے تھیلے میں ہاتھ ڈالا اور پھر اس میں سے ایک وگ نکالی۔ اسے بھی اس نے پھرتی سے ادھر ادھر ہاتھ مار کر سیٹ کیا۔ اور پھر اسے سر پر جما کر اب اس کے بال بھی بالکل سلطان کی طرح ہو گئے اب اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ سلطان کی بجائے ڈی۔ ون ہے۔ اس کے بعد ڈی۔ ون نے اپنا پہلا ماسک سلطان کے چہرے پر چڑھایا۔ اس ماسک کے اوپر وگ موجود تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے ماسک کو چند جگہوں سے سیٹ کیا اور خود ہٹ کر اسے دیکھنے لگا۔ اب سلطان ڈی۔ ون کا روپ دھار چکا تھا۔

ڈی۔ ون نے اپنی دائیں انگلی کے ناخن کو دوسری انگلی سے ہلکے سے بجایا۔

اور اس کے بعد اس نے ناخن کو ایک طرف سے دبا کر علیحدہ کیا۔ اندر ایک چپٹی سی چھوٹی سی سوئی موجود تھی۔ ڈی۔ ون نے چٹکی سے اس سوئی کو اٹھایا سوئی کی نوک گہرے سبز رنگ کی تھی۔ اس نے سوئی کو سلطان کی گردن کی پشت پر ایک مخصوص جگہ میں گھونپ دیا۔ اور پھر سوئی باہر نکال کر اس نے دوبارہ ناخن کے اندر رکھی اور ناخن کو دوبارہ اپنی جگہ پر جما دیا۔ تھیلا اس نے دوبارہ اپنے جسم کے ساتھ باندھ لیا۔ اور پھر وہ انچارج کی کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔

کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور ذہن میں دو نمبر کا تصور جمانے لگ گیا۔ ایک لمحے کے مختصر عرصے میں اس کا ذہن دو نمبر کے خیالی تصور پر مرکوز ہو گیا۔

"ڈی ٹو۔ میں ڈی۔ ون تم سے بات کر رہا ہوں میں نے پروگرام کے مطابق نائٹ شفٹ کے انچارج کی جگہ سنبھال لی ہے میں آج تمام تحقیقات کر لوں گا کہ وہ فارمولا کہاں ہے۔ اور ڈاکٹر کمال حسین کے حلیئے اور اس کی عادات کی تمام تفصیلات نوٹ کر کے تمہیں بتلا دوں گا۔ تم نے ڈاکٹر کمال حسین کی جگہ سنبھالنی ہے۔" ڈی۔ ون نے ڈی۔ ٹو کو خیال ہی خیال میں پیغام بھیجا۔

اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ چند لمحوں تک وہ کرسی پر بے ہوش پڑے سلطان کو دیکھتا رہا پھر اس نے آنکھیں بند کیں۔ اور نمبر تین کے تصور پر ذہن مرکوز کرنے لگا۔ جیسے ہی اس کا ذہن مرکوز ہوا اس نے اسے پیغام دیا۔

"ڈی تھری میں ڈی ون تم سے بات کر رہا ہوں۔ تم نے ڈاکٹر کمال حسین کی بیوی کو چیک کرنا ہے۔ اس کی عادات اور تفصیلات کو نوٹ کرو۔ کل ہو سکتا ہے تمہیں اس کی جگہ سنبھالنی پڑ جائے۔"

پیغام دینے کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پیغامات اس نے ٹیلی پیتھی سسٹم کے تحت دیا تھا۔ ذہنی طور پر ان تینوں کا رابطہ قائم تھا چنانچہ نمبر کو ذہن میں مرکوز کرتے ہی وہ ایک دوسرے تک اپنے خیالات پہنچا سکتے تھے۔

یہ ایک دوسرے سے بات کرنے کا محفوظ ترین اور آسان ذریعہ تھا اس طرح وہ ٹرانسمیٹر اور فون کی حاجت سے بے نیاز تھے۔ اور پھر سوائے کسی ٹیلی پیتھی کے ماہر کے کوئی اور شخص ان پیغامات کو چیک نہیں کر سکتا تھا۔

پیغامات سے فارغ ہونے کے بعد ڈی۔ ون نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا۔ اور بٹن دبا کر پی اے سے سلطان کے لہجے میں سر جمشید سے بات کرانے کا کہا اور رسیور رکھ دیا۔

چند لمحوں بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اس نے رسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو! سلطان کیا بات ہے؟" دوسری طرف سے سر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"سر جمشید ابھی ابھی ایک عجیب واقعہ ہوا ہے۔ ایک نوجوان سپیشل کارڈ اور کوڈ استعمال کر کے لیبارٹری کے اندر پہنچ جانے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر مین گیٹ پہ میں اس کی طرف سے مشکوک ہو گیا چنانچہ میں نے اسے بے ہوش کر کے اپنے آفس میں اٹھوا لیا۔ اب وہ میرے سامنے کرسی پہ بندھا ہوا موجود ہے مگر جب سے وہ آیا ہے بے ہوش ہے۔ شاید تھوڑی دیر بعد ہوش میں آ جائے میں چاہتا ہوں کہ آپ یہاں تشریف لے آئیں تاکہ آپ کے سامنے ہی پوچھ گچھ ہو جائے۔"

ڈی۔ ون نے سلطان کے لہجے میں سر جمشید سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ کیا وہ اکیلا تھا یا اس کا کوئی اور ساتھی بھی ہے" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"نہیں وہ اکیلا آیا تھا" ڈی۔ ڈن نے جواب دیا۔

"اچھا میرے آنے تک تم اس کی حفاظت کرنا۔ میں ابھی وہاں پہنچ رہا ہوں" سر جمشید نے تیز لہجے میں کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔

ڈی۔ ڈن نے بھی مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ اور پھر خود بڑے اطمینان سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

سر جمشید کو جب اس نوجوان کے اس طرح مشکوک داخلے کی اطلاع ملی۔ تو وہ بے حد حیران ہوئے کیونکہ ان کے نظریے کے مطابق لیبارٹری میں داخلے کے قواعد اتنے سخت اور پیچیدہ تھے کہ کوئی غلط آدمی اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا مگر سلطان کے کہنے کے مطابق وہ نوجوان لیبارٹری کے مین گیٹ کے سامنے سے پکڑا گیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اندر آنے والا پورے انتظامات سے آیا تھا۔

انہوں نے اسی وقت سر سلطان کے نمبر گھمائے چند لمحوں میں رابطہ قائم ہو گیا۔

"سلطان سپیکنگ" دوسری طرف سے سر سلطان کی گھمبیر آواز سنائی دی

"میں انچارج وورس ڈاکٹر جمشید بول رہا ہوں" سر جمشید نے وارڈ پین ریسرچ سنٹر کا مروجہ مخفف وورس کا نام لیتے ہوئے کہا۔

"ہیلو! سر جمشید کیا بات ہے، خیریت ہے" سر سلطان کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"سر ابھی ابھی لیبارٹری کے نائٹ انچارج سلطان نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے ایک مشکوک نوجوان کو لیبارٹری کے مین گیٹ سے گرفتار کیا ہے۔ اس نے لیبارٹری میں داخلے کے لئے سپیشل پاس اور کوڈ ورڈز استعمال کئے تھے۔ نائٹ انچارج نے مجھے بلایا ہے۔ میں نے اس لئے آپ کو فون کیا ہے کہ شاید آپ اس معاملے میں دلچسپی لیں" سر جمشید نے انہیں تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیوں نہیں مجھے پرائم منسٹر کی ہدایات مل گئی تھیں۔ آپ ایسا کریں کہ اس نوجوان سے پوچھ گچھ کرتے وقت اپنے نئے پی اے کو ساتھ رکھیں وہ سیکرٹ سروس کا رکن ہے وہ اچھی طرح چیک کرے مگر اس بات کا ذکر کسی اور کے سامنے نہ کریں" سر سلطان نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"کس بات کا ذکر، کیا نوجوان کی گرفتاری کا؟" سر جمشید نے چونک کر پوچھا۔

"نہیں بلکہ پی۔ اے کے سیکرٹ سروس سے متعلق ہونے کا" سر سلطان نے وضاحت کی۔

"بہتر جناب میں سمجھ گیا" سر جمشید نے جواب دیا۔

"او۔ کے، بے فکر رہیں۔ سیکرٹ سروس ہر قسم کے حالات سے نبٹ

لے گی گڈ بائی" سرسلطان نے جواب دیا۔ اور رابطہ ختم ہو گیا۔ سر جمشید نے رسیور کریڈل پر رکھا۔ اور پھر گھنٹی بجائی۔ چند لمحوں بعد ملازم اندر داخل ہوا۔

"کریم ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔ اور میرے پی اے کو میرے پاس بھیج دو" سر جمشید نے اسے ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب" ملازم نے جواب دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

سر جمشید کی رہائش گاہ دور سن کے ایریا میں ہی تھی اور دور سن آفس میں کام کرنے والے تمام افراد بھی اسی علاقے میں رہتے تھے۔ سوائے کسی ضروری کام کے انہیں ایریے سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ پی۔ اے کا کوارٹر سر جمشید کی رہائش گاہ سے ملحق تھا۔

چنانچہ دس منٹ بعد کیپٹن شکیل اندر داخل ہوا اور مودبانہ انداز میں کہنے لگا "سر آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے"

سر جمشید نے پہلی بار کیپٹن شکیل کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا۔ کیونکہ انہیں اب معلوم ہوا تھا کہ اس کا تعلق اس سیکرٹ سروس سے ہے جس کی کارکردگی کی دھوم پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔

"ہاں بیٹھو" سر جمشید نے کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ اور کیپٹن شکیل کرسی پر بیٹھ گیا۔

"سنو نوجوان مجھے ابھی ابھی سر سلطان نے بتلایا ہے کہ تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔ ورنہ میں اب تک یہی سمجھتا رہا کہ تم محض ایک پی۔ اے ہو۔ بہرحال یہ بات مجھ سے باہر نہیں جائے گی" سر جمشید نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"شکریہ جناب ہمارا کام ہی ایسا ہے کہ اس میں جتنی رازداری برتی جائے اتنا ہی بہتر ہوتا ہے" کیپٹن شکیل نے اسی طرح مودبانہ لہجے میں جواب دیا

پھر سر جمشید نے اس مشکوک نوجوان کی گرفتاری کے متعلق اسے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا کہ وہ اس کے ساتھ رہے۔ اور اس نوجوان سے پوچھ گچھ میں باقاعدہ حصہ لے تاکہ صحیح صورت حال کا علم ہو سکے۔

"ٹھیک ہے سر میں تیار ہوں" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"سر گاڑی تیار ہے" اتنے میں ڈرائیور نے اندر آ کر اطلاع دی۔

"چلو" سر جمشید نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر کیپٹن شکیل اور سر جمشید دونوں کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ سر جمشید نے ڈرائیور کو کار لیبارٹری کی طرف لے جانے کی ہدایت کی اور کار خاصی تیز رفتاری سے لیبارٹری کی طرف دوڑنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں انچارج کے دفتر پہنچ گئے۔ سلطان نے اٹھ کر سر جمشید کا استقبال کیا۔ سر جمشید کرسی سے بندھے ہوئے نوجوان کو بغور دیکھتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور کیپٹن شکیل کو بھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"یہ نوجوان ہے جناب۔ ابھی تک یہ ہوش میں نہیں آیا۔ اور یہ ہے وہ کارڈ جو اس نے استعمال کیا ہے" سلطان نے میز پر رکھا ہوا کارڈ اٹھا کر سر جمشید کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ سر جمشید نے بڑے غور سے وہ کارڈ دیکھا۔ پھر انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "کارڈ تو اوریجنل ہے مگر کافی عرصے سے اس قسم کا کوئی سپیشل کارڈ ایشو نہیں کیا گیا۔ پھر یہ کارڈ اس کے پاس کیسے پہنچ گیا۔"

"یہ کس وقت سے بے ہوش ہے سر" کیپٹن شکیل نے پہلی بار براہ راست گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے سلطان سے پوچھا۔

"یہ میرے نئے پی۔ اے ہیں سلطان صاحب۔ اور میں نے انہیں

خاص طور پر اس لئے چنا ہے کہ یہ بے حد ذہین ہیں۔ میں انہیں اس لئے ساتھ لے آیا ہوں کہ شاید ان کی ذہانت کی وجہ سے اس نوجوان کے متعلق کچھ علم ہو جائے" سر جمشید نے کیپٹن شکیل کا سلطان سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"اسے بے ہوش ہوئے تقریباً ایک گھنٹہ ہو چکا ہے" سلطان نے کندھے اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"اسے کس گیس سے بے ہوش کیا گیا ہے" کیپٹن شکیل نے دوسرا سوال کیا۔

"یہاں پی۔ ون گیس استعمال کی جاتی ہے۔ یہ اس لیبارٹری کی ہی ایجاد ہے" سلطان کی بجائے سر جمشید نے جواب دیا۔

"ہوں۔ بہر حال ایک گھنٹہ بہت عرصہ ہے۔ اسے اب تک ہوش میں آجانا چاہیئے" کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

سلطان نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا" پورا ایک گھنٹہ تو نہیں دو منٹ کم ایک گھنٹہ کہہ لیجئے"۔

"اچھا آپ اتنے وثوق سے کہہ سکتے ہیں" کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ارے بھائی انہوں نے اس وقت گھڑی دیکھ لی ہوگی۔ اور کیا۔ سلطان اسے کسی طرح ہوش میں لے آؤ۔ تاکہ اس سے پوچھ گچھ ہو سکے" سر جمشید نے کیپٹن شکیل کو جواب دیتے ہوئے سلطان سے کہا۔

ان کے رویے سے ظاہر ہوتا تھا جیسے وہ کیپٹن شکیل کے ان سوالوں سے بور ہو گئے ہوں

"میں نے تو سر کوشش کی ہے مگر یہ ہوش میں نہیں آیا۔ بہر حال ایک بار پھر ٹرائی کرتا ہوں" سلطان نے جواب دیا۔

اور پھر چپڑاسی کو بلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ اور دوسرے لمحے چپڑاسی اندر آگیا۔

"پانی کا جگ لے آؤ" سلطان نے اسے حکم دیا اور چپڑاسی واپس مڑ گیا۔

اسی لمحے نوجوان کے جسم میں حرکت ہوئی اور اس نے آنکھیں کھول کر خالی خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کا ذہن ماؤف ہو گیا ہو۔

"کون ہو تم" سر جمشید نے اس سے سوال کیا۔ جواب میں نوجوان کے لبوں پہ ایک طنزیہ سی مسکراہٹ دوڑ گئی اس نے کچھ کہنے کے لئے لب ہلائے اور اس سے پہلے کہ الفاظ اس کے منہ سے نکلتے ایک خوفناک دھماکہ ہوا۔ اور پورا کمرہ گرد وغبار سے بھر گیا۔ دھماکہ اتنا اچانک اور خوفناک ہوا تھا کہ نہ صرف سر جمشید بلکہ کیپٹن شکیل بھی کرسی سے نیچے فرش پر جا گرے۔ سلطان کے منہ سے تو بے اختیار چیخ نکل گئی۔

جب گرد وغبار چھٹا تو ان تینوں کی حالت دیکھنے کے قابل تھی ان کا تمام جسم گرد آلود تھا۔ چھت کے پلاسٹر تک اکھڑ گئے تھے اور وہ نوجوان، اس کا جسم اس طرح پورے کمرے میں پھیلا ہوا تھا۔ جیسے کسی نے قیمہ کر کے اسے بکھیر دیا ہو۔ ایک ہڈی تک سلامت نہیں تھی۔ کمرے کے فرش پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد وہاں تقریباً آدھی سے زیادہ لیبارٹری اکٹھی ہو گئی سب سے زیادہ سر جمشید کا حال پتلا تھا۔ ان کے چہرے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے

ان کا آدھے سے زیادہ خون کسی نے نچوڑ لیا ہو۔

"یہ سب کیا ہوا"، انہوں نے قدرے خوف زدہ لہجے میں سلطان سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"معلوم نہیں جناب میں تو خود حیران ہوں، ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی خوفناک بم پھٹا ہو" سلطان نے بھی خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔

"سر آپ ساتھ والے کمرے میں آجائیے" ایک اور آفیسر نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے" سر جمشید نے کہا اور پھر وہ سلطان کو ساتھ لئے کمرے سے نکل گئے البتہ کیپٹن شکیل وہیں رک گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے گہرے تاثرات نمایاں تھے۔ اور آنکھوں میں الجھن تھی۔ جیسے وہ اس سارے چکر کو سمجھ نہ سکا ہو۔ وہ کمرے میں پھیلے ہوئے نوجوان کے گوشت کے ذرات کو بغور دیکھ رہا۔ مگر اسے وہاں کوئی خاص مشکوک چیز نظر نہ آئی۔

"سر آپ بھی باہر چلیں ہم نے سیکورٹی پولیس کو اطلاع دے دی ہے وہ تحقیقات کے لئے آنے ہی والی ہے۔" ایک اور آفیسر نے کیپٹن شکیل سے کہا۔ اور کیپٹن شکیل خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کا چہرہ واضح طور پر سوالیہ نشان کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو سر جمشید کمرے سے باہر نکل رہے تھے۔

"آؤ چلیں" نوجوان تو ختم ہو گیا۔ اب تحقیقات کے لئے باقی کیا رہ گیا۔ بہر حال میں نے سیکورٹی کو مزید احتیاط کی ہدایات جاری کر دی ہیں۔" سر جمشید نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور کیپٹن شکیل نے سر ہلا دیا اور پھر وہ سر جمشید کے پیچھے مودبانہ انداز میں چلتا ہوا لیبارٹری سے باہر آ گیا۔

سر جمشید نے کوٹھی پر پہنچنے کے بعد کیپٹن شکیل سے بات کرتے ہوئے کہا

"کچھ سمجھ میں آیا کہ آخر یہ سب کیا چکر تھا؟"

"جناب اس نوجوان کے جسم میں بم موجود تھا جو پھٹ گیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نوجوان اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کی پشت پر کوئی خطرناک تنظیم موجود ہے اور یہ تنظیم جدید ترین آلات سے مسلح ہے"، کیپٹن شکیل نے اپنی رائے دیتے ہوئے کہا۔

"پھر اب کیا جائے" سر جمشید اس کی بات سن کر گھبرا گئے۔

"آپ گھبرائیں نہیں میں اپنے چیف کو تمام حالات بتلا دیتا ہوں وہ خود ہی اس تنظیم کو ختم کرنے کے انتظامات کر لیں گے" کیپٹن شکیل نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارا چیف کیا کرے گا۔ یہاں معاملہ بے حد خطرناک ہے جو اپنے آدمی کو اچانک بغیر کسی ظاہری ذریعے کے ہماری لیبارٹری کے اندر بم سے اڑا سکتے ان سے کیا چیز بعید نہیں ہے" سر جمشید نے تشویش بھرے کہا۔

"ایسا ہی ہوتا ہے سر۔ مجرم اسی طرح کشت و خون کرتے ہیں گھبرا گئے تو معاملہ مزید خراب ہو جائے گا۔ میں آپ کے سا بات کر لیتا ہوں" کیپٹن شکیل نے انہیں سہارا دینے کے لئے

"ہاں میرے سامنے کرو تاکہ مجھے تسلی ہو جائے" سر جم کرتے ہوئے کہا۔

کیپٹن شکیل نے ریسٹ واچ ہاتھ سے اتاری اور پھر اس کی فریکوئنسی سیٹ کر کے ونڈ بٹن اس نے اوپر کھینچ لیا۔ اس کے

سرخ ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ہندسہ سبز ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ رابطہ قا
ہو گیا ہے۔

"سر میں شکیل بول رہا ہوں اوور"

"ایکسٹو اوور"۔ دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز سنائی دی۔ او
پھر کیپٹن شکیل نے تمام حالات بتلا دیئے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ اس وقت
سر جمشید ساتھ بیٹھے ہیں

"سر جمشید سے بات کراؤ اوور" ایکسٹو نے سپاٹ لہجے میں اسے کہا۔

"سر چیف سے بات کر لیں" کیپٹن شکیل نے گھڑی سر جمشید کی طرف بڑھاتے
ہوئے کہا۔

"یس جمشید سپیکنگ اوور" سر جمشید نے باوقار لہجے میں کہا۔

"سر جمشید میں اپنا ایک آدمی آپ کے پاس بھیج دوں گا۔ اس کا نام عمران ہے
گیٹ پر کہہ دیں۔ کوڈ ایکسٹو استعمال ہو گا۔ اسے آپ کوئی ایسا سپیشل پاس دے
ریسرچ سنٹر کے کسی بھی حصے میں آزادانہ طور پر آجا سکے۔ وہ خود ہی تمام
ھال لے گا اوور" ایکسٹو نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

پ انہیں بھیج دیں۔ میں انہیں ذاتی پاس ایشو کر دوں گا۔ اوور"
ب دیا۔

بات کرائیں اوور" ایکسٹو نے کہا اور سر جمشید نے رلیسٹ واچ
رف بڑھا دی۔

ور" کیپٹن شکیل نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

ج آ رہا ہے تم نے اسے اسسٹ کرنا ہے۔ اوور اینڈ آل" ایکسٹو
کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

کیپٹن شکیل نے ونڈ بٹن دبا کر وقت درست کیا اور پھر گھڑی کلائی پر باندھنے
میں مصروف ہو گیا۔

"یہ عمران کیسا آدمی ہے۔ کیا بہت زیادہ ذہین ہے"۔ سر جمشید نے کیپٹن
شکیل سے پوچھا۔

"بظاہر قطعی احمق مگر دراصل خطرناک حد تک ذہین" کیپٹن شکیل نے
مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب میں سمجھا نہیں" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"آپ ہی کیا اُسے آج تک کوئی نہیں سمجھ سکا" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"کمال ہے" سر جمشید حیرت سے بڑبڑائے اور پھر خاموش ہو گئے۔

صبح ہونے میں ابھی کچھ دیر باقی تھی ریسرچ سنٹر کے بیک ایریا میں
جہاں ایک وسیع کھلا میدان تھا۔ جسے خاردار تاروں کی باڑھ سے کور کیا گیا تھا۔
ان تاروں میں بجلی کا طاقت ور کرنٹ ہر وقت دوڑتا رہتا تھا۔ اس طرف
پہرے دار کچھ کم رکھے گئے تھے۔ کیونکہ اس سے ملحق ملٹری کا سٹور تھا جہاں
کوئی غیر آدمی داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

اس وقت ملٹری سٹور کے گیٹ میں ایک ٹرک داخل ہوا۔ اس نے گیٹ

پر اندراجات کرائے اور پھر ٹرک رینگتا ہوا اس طرف آنے لگا جدھر خار دار تاریں موجود تھیں۔ ٹرک اس طرف قطاروں کی صورت میں خار دار تاروں کے ساتھ تک کھڑے تھے۔ ٹرک ڈرائیور نے خار دار تاروں کے بالکل ساتھ ایک خالی جگہ پر ٹرک روکا۔ اس وقت ڈرائیور اکیلا تھا۔ ٹرک روک کر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر کسی کو نہ پا کر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ذہن کو ڈی۔ ون پر مرکوز کرنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں اس کا ذہنی رابطہ ڈی۔ ون سے مل گیا۔

"میں ڈی۔ ٹو آپ سے بات کر رہا ہوں۔ پروگرام کے مطابق میں اس وقت ایک ٹرک سمیت ملٹری سٹور میں خار دار تاروں کے ساتھ موجود ہوں۔ ٹرک ڈرائیور کو میں نے اور ڈی تھری نے ملٹری ایریا کے باہر ہی اغوا کر لیا تھا۔ پھر میں نے ہپناٹزم کے ذریعے اس سے تمام معلومات حاصل کر لیں۔ وہ اس وقت ڈی۔ تھری کے قبضے میں ہے۔ اب مزید پروگرام بتائیں" ڈی۔ ٹو نے ٹیلی پیتھک پیغام ارسال کیا۔

"ڈی۔ ٹو تمہارا پیغام مل گیا ہے۔ میں نے حالات کے مطابق پروگرام بدل دیا ہے۔ فارمولا میرے ہتھے چڑھ گیا ہے اس وقت وہ میرے قبضے میں ہے۔ ڈاکٹر کمال حسین اس وقت اپنی رہائش گاہ پر اکیلا موجود ہے۔ اسے آسانی سے اغوا کیا جا سکتا ہے" ڈی۔ ون کا پیغام آیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے خوانخواہ دردسری پالنے کا کیا فائدہ۔ آپ ایسا کریں کہ کمال حسین کو ختم کر دیں اور فارمولا لے کر اس طرف آ جائیں۔ میں یہاں موجود ہوں اس ٹرک کے ذریعے ہم باآسانی فرار ہو سکتے ہیں" ڈی۔ ٹو نے جواب دیا۔

"نہیں ڈی۔ ٹو کسی سائنسدان کو ضائع کرنا ہمارے مشن کے خلاف ہے اچھا سائنسدان اپنے ملک کی بے حد قیمتی دولت ہوتا ہے اور ہمارا مقصد کسی

ملک کو نقصان پہنچانا نہیں اسے ضائع کرنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ اسے سی ڈبلیو کا ٹیکہ لگایا جائے پھر اس کا ذہن تخریبی ایجادات کی طرف کام کرنے کی بجائے تعمیر کی طرف مائل ہو جائے گا۔ البتہ فارمولا میں لے کر آ رہا ہوں تاکہ اسے ضائع کیا جا سکے" ڈی۔ ون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے آپ جیسے مناسب سمجھیں۔ مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اس فارمولے کی اور کاپی نہیں ہو گی" ڈی۔ ٹو نے کہا۔

"تمہیں آج کیا ہو گیا ہے۔ تم خود اچھی طرح واقف ہو کہ ایسے ٹاپ سیکرٹ فارمولوں کی دوسری کاپیاں نہیں کی جاتیں۔ تاکہ کوئی کاپی کسی غلط آدمی کے ہاتھ نہ لگ جائے" ڈی۔ ون نے جواب دیا۔

"سوری مجھے خیال نہیں رہا۔ بہرحال اب میرے لیے کیا حکم ہے" ڈی۔ ٹو نے پوچھا۔

"تم وہیں رکو۔ چند منٹ بعد میری ڈیوٹی آف ہونے والی ہے میں یہاں سے نکل کر سیدھا کمال حسین کی طرف جاؤں گا۔ جس آدمی کے روپ میں میں موجود ہوں، اس کی اور کمال حسین کی رہائش گاہیں ملحق ہیں۔ میں ڈیوٹی آف کر کے اسے سی ڈبلیو کا انجکشن لگاؤں گا اور پھر تمہاری طرف آ جاؤں گا۔ وہاں سے ہم باآسانی نکل جائیں گے" ڈی۔ ون نے پروگرام بتلاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہے تقریباً آدھا گھنٹہ مزید لگ جائے گا" ڈی۔ ٹو نے پوچھا۔

"ہاں اتنا تو لگ جائے گا" ڈی۔ ون نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے میں انتظار کر رہا ہوں" ڈی ٹو نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں کھول دیں۔

چند لمحوں تک وہ اِدھر اُدھر دیکھتا رہا اور پھر ٹرک سے اتر کر وہ ٹرکوں کے پیچھے موجود ایک بیرک کی طرف چل پڑا۔ وہ آدھا گھنٹہ ٹرک میں بیٹھے رہنے کی بجائے بیرک میں اس ڈرائیور کے کمرے میں گذارنا چاہتا تھا کہ کوئی اس کی طرف مشکوک نہ ہو سکے۔

سر جمشید کو جیسے ہی عمران کے گیٹ پر پہنچنے کی اطلاع ملی۔ انہوں نے اسے کوٹھی پر بھیجنے کا حکم دیا۔ اور خود سپیشل کارڈ بنانے میں مصروف ہو گئے کیپٹن شکیل بھی اپنے کوارٹر میں جانے کی بجائے سر جمشید کے پاس ہی بیٹھا وقت گذار رہا تھا۔ عمران کی آمد کا سن کر وہ بھی چوکنا ہو گیا۔

سر جمشید نے کارڈ تیار کر کے میز پر رکھا اور پھر عمران کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ کیپٹن شکیل کا یہ فقرہ ان کے ذہن میں کھٹک رہا تھا کہ آنیوالا بظاہر احمق اور در پردہ انتہائی ذہین شخص ہے۔ اس فقرے نے عمران کی ذات کے لئے ان کے ذہن میں ایک نامعلوم سا تجسس ابھار دیا تھا۔ چند لمحے ہی گذرے تھے کہ دروازہ کھلا اور پھر عمران اندر داخل ہوا۔ گو اس نے بڑے سلیقے کا لباس پہنا ہوا تھا مگر چہرے پر ازلی حماقتوں کی تہہ بدستور موجود تھی۔

"السلام علیکم! مجھے علی عمران ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ ایس سی (آکسن) کہتے ہیں"

عمران نے اندر داخل ہوتے ہی بڑے گونج دار لہجے میں اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"جمشید" سر جمشید نے اخلاقاً اٹھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ویسے اِن کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے کیونکہ عمران نے اپنا تعارف ایسے لہجے میں کرایا تھا جیسے کسی کے سر پر اینٹ مار رہا ہو۔

او ہو! آپ ہی جمشید ہیں۔ بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر۔ ذرا جام جمشید کی زیارت تو کرائیں۔ بڑی شہرت سنی ہے اس کی"، عمران نے سر جمشید کا ہاتھ تھامتے ہوئے پر مسرت لہجے میں کہا۔

"جام جمشید۔ کیا مطلب" سر جمشید کے چہرے پر حیرت کے گہرے تاثرات ابھر آئے۔ ادھر کیپٹن شکیل اپنی جگہ بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ کیونکہ وہ سر جمشید کی ذہنی حالت کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔

"ارے کمال ہے آپ جمشید ہو کر جام جمشید کے متعلق نہیں جانتے یا پھر تجاہل جاہلانہ اوہ سوری میرا مطلب ہے تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ ارے وہی جام جمشید جس میں سے پوری دنیا نظر آتی ہیں"، عمران نے بڑے تکلفانہ انداز میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

سر جمشید کا چہرہ اب دیکھنے کے قابل ہو گیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ چند لمحوں بعد یا تو عمران کا سر پھاڑ دیں گے یا خود دیوار سے سر ٹکرا کر خودکشی کر لیں گے

"دیکھئے مسٹر عمران" سر جمشید نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"علی عمران کہئیے جناب پورا نام لیجئے میں آدھے نام سے پکارے جانے کا قائل نہیں ہوں" عمران نے انہیں درمیان ہی میں ٹوک دیا۔

"مسٹر علی عمران آپ ایک ذمہ دار آفیسر ہیں آپ کو کم از کم کام کے وقت

سنجیدگی اختیار کرنی چاہیئے جس پوزیشن میں اس وقت ہم پھنسے ہوئے ہیں
وہ انتہائی قومی اہمیت کا حامل ہے"۔ سر جمشید نے دانت بھینچتے ہوئے کہا
غصے اور جھنجلاہٹ سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا مگر وہ اپنے وقار کا خیال
رکھتے ہوئے اسے ضبط کیے بیٹھے تھے۔

"آپ کو غلط فہمی ہے جناب میں نہ ہی آفیسر ہوں اور نہ ہی ذمہ دار۔ ذمہ داریوں
کا جھنجال ابھی میں نے نہیں پالا۔ باقی رہی آپ کی پوزیشن تو آپ اپنی کوٹھی
میں بڑے ٹھاٹ سے بیٹھے ہیں۔ مجھے تو پھنسے ہوئے نظر نہیں آرہے" عمران
نے اس بار بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"میرا خیال ہے مجھے ایکسٹو سے آپ کے متعلق بات کرنی پڑے گی"
سر جمشید نے تلخ لہجے میں ٹیلیفون کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں کریں۔ میں کوئی ان سے ڈرتا ہوں" عمران نے لاپرواہی سے
کہا اور سر جمشید اسے یوں دیکھنے لگے جیسے ان کا واسطہ کسی پاگل سے پڑ گیا ہو۔
شاید وہ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ کہ اب وہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ چند لمحوں کی
خاموشی کے بعد آخر عمران نے سر جمشید سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا پاس کہاں ہے۔ اسے میرے حوالے کیجئے تاکہ میں کام شروع کر سکوں
آپ نے خواہ مخواہ میرا اتنا وقت ضائع کر دیا" عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔
اور سر جمشید اسے یوں چونک کر دیکھنے لگے۔ جیسے یہ کوئی نیا عمران ہو۔ اور واقعی
اس وقت عمران کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی تھی۔ حماقت کی تہہ نجانے
کہاں غائب ہو گئی تھی۔

سر جمشید نے خاموشی سے اپنے سامنے پڑا ہوا کارڈ اٹھا کر اس کے سامنے
رکھ دیا اور پھر قدرے احترام آمیز لہجے میں کہنے لگے "آپ کا اب پروگرام کیا ہے"

فی الحال میرا کوئی پروگرام نہیں میں حالات کے مطابق قدم اٹھانے کا قائل
ہوں" عمران نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ اور پھر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"شکیل میرے ساتھ آؤ" عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔
اور کیپٹن شکیل اٹھ کر خاموشی سے اس کے پیچھے چل دیا۔

وہ دونوں تیز قدم اٹھاتے کمرے سے باہر نکل گئے اور سر جمشید یوں
حیرت سے انہیں جاتا ہوا دیکھ رہے تھے جیسے عمران کوئی انسان نہ ہو۔ دنیا کا
آٹھواں عجوبہ ہو۔

کوٹھی سے باہر آنے کے بعد عمران نے کیپٹن سے مخاطب ہو کر پوچھا۔
"شکیل اب مجھے مختصر طور پر حالات بتلاؤ۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں
وہ مجھے ایکسٹو نے بتلا دی ہے میں تو صرف تمہارے ذاتی خیالات معلوم کرنا چاہتا
ہوں" عمران نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ واقعہ اتنا خلاف توقع پیش آیا کہ میں اسے سمجھ نہیں سکا۔ بہر حال
میرے ذہن میں صرف ایک خلش ہے وہ یہ کہ میں نائٹ انچارج سلطان کی
شخصیت سے مشکوک ہوں" کیپٹن شکیل نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا وہ کیسے" عمران نے چونک کر پوچھا۔ کیونکہ بات ہی چونکنے والی تھی۔

"بات یہ ہے کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سلطان گو بظاہر
بے حد مطمئن نظر آرہا تھا مگر اس کی حرکات سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ قدرے اعصابی
پریشانی کا شکار ہے دوسری بات یہ کہ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے مرنے والے
کی بے ہوشی کا منٹوں تک صحیح وقت بتلا دیا جس پر میں چونکا تو سر جمشید
نے بات برابر کر دی"

کیپٹن شکیل نے اپنے خدشات کا ذکر کرتے ہوئے کہا عمران کی کار

تیزی سے لیبارٹری کی طرف بڑھی چلی جارہی تھی۔

"یہ بتلاؤ کہ اعصابی کھنچاؤ کے تاثرات سلطان کے چہرے پر بھی نمایاں تھے یا نہیں"، عمران نے اس سے سوال کیا۔

"ہاں ـــــ مجھے اب یاد آیا میرے لاشعور میں کوئی چیز کھٹک رہی تھی۔ مگر شعور میں نہیں آرہی تھی اب آپ کی بات پر مجھے سمجھ آگئی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ سلطان کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ سلطان کی آنکھوں اور اس کے چہرے کے تاثرات میں بڑا نمایاں فرق تھا۔ چہرے سے وہ یوں لگتا تھا جیسے بڑا سیدھا سادھا انسان ہو مگر آنکھوں سے اس کی شخصیت مختلف معلوم ہوتی تھی۔ آنکھوں سے وہ بے حد ذہین چالاک تیز طرار معلوم ہوتا تھا۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ہوں یہ ہوئی کام کی بات۔ میرا خیال ہے پہلے میں سلطان کو چیک کرلوں" عمران نے جواب دیا۔ اور پھر کار میں خاموشی طاری ہوگئی۔

چند لمحوں بعد ان کی کار لیبارٹری کی عمارت کے گیٹ پر جاکر رک گئی وہ دونوں کار سے نیچے اترے اور پھر عمران نے سر جمشید کا دیا ہوا کارڈ دربان کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔

"ہمیں نائٹ انچارج سلطان صاحب کے پاس پہنچا دو۔ فوراً"

دربان نے کارڈ کو بغور دیکھا اور پھر کارڈ عمران کے حوالے کرتے ہوئے انہیں پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔

عمران اور کیپٹن شکیل اس کے پیچھے چلتے ہوئے عمارت کے اندر داخل ہوگئے۔ چند قدم آگے ایک اور دروازہ تھا جو بند تھا دربان نے دروازے کے باہر سٹول پر رکھے ہوئے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور پھر کوڈ ورڈز میں کچھ کہنے لگا۔

چند لمحوں تک وہ جواب سنتا رہا۔ پھر اس نے رسیور کریڈل پر رکھا اور عمران سے مڑ کر کہنے لگا۔

"جناب سلطان صاحب ڈیوٹی سے آف ہو کر جا چکے ہیں"

"کب گئے ہیں"، عمران نے چونک کر پوچھا۔

"تقریباً دس پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے"، دربان نے جواب دیا۔

"تو کیا وہ اس گیٹ سے نہیں گذرے"، کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔ وہ بیک گیٹ سے جاتے ہیں کیونکہ ان کی رہائش گاہ وہاں سے نزدیک پڑتی ہے۔ دربان نے جواب دیا۔

ان کی جگہ ڈیوٹی کس نے سنبھالی ہے۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

"ہاشم صاحب"، دربان نے جواب دیا۔

"کیا سلطان صاحب اپنی رہائش گاہ میں گئے ہوں گے"، عمران نے دربان سے پوچھا۔

"جی ہاں وہ یہاں سے سیدھا اپنی رہائش گاہ پہ جاتے ہیں"، دربان نے جواب دیا۔

"ڈاکٹر کمال حسین اس وقت کہاں ہوں گے"، عمران نے دوسرا سوال کیا

"ڈاکٹر صاحب بھی اپنی رہائش گاہ میں ہوں گے ان کی ڈیوٹی دو گھنٹے بعد شروع ہوگی"، دربان نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"سلطان صاحب اور ڈاکٹر کمال حسین کی رہائش گاہوں میں کتنا فاصلہ ہے"، عمران نے ایک سوال کیا۔

"دونوں کے بنگلے ملحقہ ہیں"، دربان نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے اب ہمیں بتلاؤ کہ ان کی رہائش گاہیں کہاں ہیں"، عمران نے

کہا اور پھر دربان نے انہیں پوری تفصیل سے ان کی رہائش گاہوں کا پتہ بتلا دیا۔

"چلو شکیل پہلے سلطان سے مل لیں" اور پھر وہ تیزی سے کار میں بیٹھ گئے۔ کار واپس ہوئی اور چند لمحوں بعد خاصی تیز رفتاری سے وہ ان کی رہائش گاہوں کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔

صبح صادق کے آثار اب نمودار ہونے لگے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ رہائش گاہوں کے قریب پہنچ گئے۔

سلطان کے بنگلے کا نمبر ۱۲ تھا۔ عمران نے کار بارہ نمبر بنگلے کے سامنے روکی۔ اور پھر نیچے اتر کر گیٹ کے باہر موجود کال بیل کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحوں تک انتظار کرنے کے باوجود جب کوئی ردعمل نہ ہوا تو اس نے دوبارہ بٹن دبایا اور پھر اسے کافی دیر تک دبائے رکھا۔ مگر کوئی بھی ردعمل نہ ہوا۔

"وہ ساری رات ڈیوٹی پر رہا ہو گا۔ کہیں تھک کر سو نہ گیا ہو" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"پھر بھی اتنی نیند کیا" عمران نے تشویش بھرے لہجے میں کہا اور پھر اس نے چند لمحوں تک انتظار کیا اور جب کوئی جواب نہ آیا تو اس نے پھاٹک پر زور آزمائی کی مگر پھاٹک اندر سے بند تھا۔

دوسرے لمحے عمران بندر کی سی پھرتی سے پھاٹک پر چڑھ کر دوسری طرف کود گیا۔ اندر سے اس نے پھاٹک کھول دیا۔ اور پھر کیپٹن شکیل کو آنے کا اشارہ کرتے ہوئے تیزی سے بنگلے کے برآمدے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کا ایک ہاتھ جیب میں رکھے ہوئے ریوالور کے دستے پر مضبوطی سے جما ہوا تھا۔

برآمدے میں جا کر اس نے اندر کا دروازہ زور سے کھٹکھٹایا۔ مگر جب کوئی جواب نہ آیا تو اس نے دروازے کو زور سے دبایا۔ دروازہ کھل گیا۔ اور عمران اندر داخل ہو گیا۔ مگر تمام بنگلہ بالکل خالی پڑا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل بھی کار پورچ میں چھوڑ کر اندر آ گیا تھا۔

"سلطان تو یہاں آیا ہی نہیں۔ یہاں کسی بھی آثار سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ یہاں آیا ہو۔ مگر پھاٹک اندر سے بند تھا۔" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں ڈاکٹر کمال حسین کو بھی چیک کر لینا چاہیے۔" کیپٹن شکیل نے تجویز پیش کی اور عمران تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔

اور پھر گیٹ کی طرف سے جانے کی بجائے وہ درمیانی دیوار کود کر کوٹھی نمبر ۱۳ کے اندر کود گیا۔ مگر اسی لمحے وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ کیونکہ کوٹھی کا گیٹ کھلا ہوا تھا۔ کیپٹن شکیل بھی اندر آ گیا تھا۔

"شکیل تم عمارت کے اندر ڈاکٹر کمال حسین کو چیک کرو" عمران نے تیز لہجے میں کہا۔ اور خود دوڑ کر پھاٹک کی طرف گیا۔

پھاٹک سے باہر نکل کر اس نے ادھر ادھر دیکھا مگر دور و نزدیک اسے کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

ابھی وہ وہاں کھڑا سوچ ہی رہا تھا کہ کیپٹن شکیل تیزی سے بھاگتا ہوا عمارت سے باہر نکلا۔

"عمران صاحب ڈاکٹر بستر پر بے ہوش پڑا ہے۔ اس کے قریب ہی ایک سرنج بھی فرش پر ٹوٹی پڑی ہے۔" کیپٹن شکیل نے تیز تیز لہجے میں بتلایا۔

"آؤ میرے ساتھ کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔ اور ہوئی بھی ابھی ابھی ہے۔"

یہ پھاٹک ابھی بند تھا۔ صرف ہمارے اندر جانے اور واپس آنے کے درمیان
کوئی اسے کھول کر باہر نکلا ہے۔" عمران نے کہا۔ اور پھر دوڑتا ہوا سلطان کے
بنگلے میں گیا۔ اس نے بڑی تیزی سے کار باہر نکالی اور کیپٹن شکیل کو اس میں
سوار کر کے اس نے کار تیزی سے آگے بڑھادی۔

وہ اس رہائشی بلاک کے گرد ایک چکر لگانا چاہتا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی
اس کی کار ایک موڑ مڑی۔ ڈاکٹر کمال حسین کے بنگلے کی سائیڈ سے ایک سایہ
سا باہر نکلا اور پھر پوری تیزی سے بھاگتا ہوا سامنے لیبارٹری کی عمارت کی
طرف بھاگنے لگا۔ اس کے بھاگنے کی رفتار خاصی تیز تھی اور وہ بھاگتے بھاگتے
دائیں طرف بھی دیکھتا جاتا تھا۔ اصل لیبارٹری تو کافی دور تھی۔ مگر اس کے ملحقہ
دفاتر دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ جلد ہی وہ سایہ ایک ملحقہ دفتر کے برآمدے
میں پہنچ کر ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ اسی لمحے دائیں طرف رہائشی بلاک کی
سائیڈ سے عمران کی کار برآمد ہوئی۔ اور پھر وہ کار تیزی سے لیبارٹری کی سمت
دوڑنے لگی۔ کار اس دفتر کے سامنے سے ہو کر آگے بڑھتی چلی گئی۔ جیسے ہی کار
آگے بڑھی وہ سایہ ستون کی آڑ میں سے نکلا اور پھر دفتر کی سائیڈ کی دیوار سے
لگ کر اس کی پشت کی طرف بھاگنے لگا۔ دفتر کی عمارت ختم ہوتے ہی وہ ایک
اور دفتر کی آڑ میں ہو گیا۔ اور پھر وہاں سے بھاگ کر وہ اصل لیبارٹری کی پشت
کی طرف آ گیا۔ اسی لمحے اسے عمران کی کار لیبارٹری کی پشت کی طرف سے
گھومتی ہوئی ادھر آتی دکھائی دی۔ وہ فوراً ہی ایک کوڑے کے ڈرم کے پیچھے
دبک گیا۔ کوڑے کا ڈرم دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ پھر جیسے ہی کار وہاں سے
کر بائیں طرف مڑ گئی وہ تیزی سے اٹھا اور پھر بے تحاشا بھاگتا ہوا اس
میدان کو کراس کرنے لگا۔ جو دور تک پھیلا ہوا تھا اور جس کے آخر میں

خاردار تاروں کی قد آدم باڑ موجود تھی باڑ کی دوسری طرف ملٹری کے ٹرک
قطاروں میں کھڑے صاف نظر آ رہے تھے۔ سایہ کے قدموں میں بجلی کی سی
تیزی تھی۔ ادھر عمران پاگلوں کی طرح کار دوڑاتا ہوا لیبارٹری کی عمارتوں کے
گرد چکر لگا رہا تھا۔

"آپ کیا چیک کرنا چاہتے ہیں" آخر کیپٹن شکیل سے نہ رہا گیا تو
اس نے پوچھ ہی لیا۔

"کوئی مشکوک آدمی" عمران نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

"اب تک کوئی نظر نہیں آیا"، کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"ہاں اب میں سوچ رہا ہوں کہ وہ شخص کسی قریبی کوٹھی میں چھپ گیا
ہو گا۔ عمران نے رہائشی بلاکوں کی طرف کار موڑتے ہوئے کہا۔ مگر دوسرے لمحے
اس نے ایک بار پھر کار کو تیزی سے لیبارٹری کی عمارت کی طرف ٹرن کر دیا۔

"پھر کہاں" کیپٹن شکیل نے چونک کر پوچھا۔

"میں ایک چکر اور لگانا چاہتا ہوں میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ ملزم
میرے ہاتھ سے پھسلا جا رہا ہے" عمران نے انتہائی سپاٹ لہجے میں کہا اور پھر
چکر کاٹ کر وہ جیسے ہی لیبارٹری کی پشت کی طرف آیا۔ دوسرے لمحے عمران
کے ساتھ ساتھ کیپٹن شکیل بھی چونک پڑا۔ کیونکہ انہوں نے کافی دور ایک
سائے کو بے تحاشا خاردار تاروں کی طرف بھاگتے دیکھا

"وہ جا رہا ہے" کیپٹن شکیل نے کہا۔

"ہاں میں نے دیکھ لیا ہے" عمران نے دانت بھینچتے ہوئے کہا اور پھر
اس نے کار کا رخ ادھر کیا۔ اور ایکسیلیٹر پر پیر کا پورا دباؤ ڈال دیا۔ کار آندھی اور
طوفان کی طرح بھاگتی ہوئی لمحہ بہ لمحہ اس سائے کے قریب ہوتی چلی گئی۔

سائے نے بھاگتے بھاگتے مڑ کر کار کی طرف دیکھا اور پھر اس نے اپنے
بھاگنے کی رفتار مزید تیز کر دی۔

اب وہ خاردار تاروں سے بیس گز دور تھا ابھی عمران کی کار اس سے
خاصی دور تھی کہ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس سائے نے خاردار تاروں
سے چند گز کے فاصلے سے پوری قوت سے بھاگتے ہوئے جمپ لگایا اور پھر
وہ کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا خاردار تاروں کو اوپر سے کراس کر کے دوسری
طرف کھڑے ٹرک کی چھت پر جا گرا۔ پھر اچھل کر دوسری طرف کود گیا۔

اسی لمحے ٹرک نے ایک جھٹکا کھایا۔ اور کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح
لائن سے نکل کر آگے بڑھ گیا۔

"یہ سلطان تھا میں نے اسے دیکھ لیا ہے" کیپٹن شکیل نے عمران کو بتلایا
اسی لمحے عمران کی کار بھی خاردار تاروں کے قریب پہنچ گئی۔ عمران نے کار وہیں
روکی اور پھر بجلی کی سی تیزی سے باہر نکل کر اس نے جمپ لگایا اور کار کی چھت
پر چڑھ گیا۔ اور پھر دوسرے جمپ کے ساتھ وہ بھی اڑتا ہوا خاردار تاروں کی
دوسری طرف جا گرا۔ مگر ٹرک اتنی دیر میں خاصی دور جا چکا تھا۔

عمران نیچے گرتے ہی تیزی سے اٹھا اور پھر جیب سے ریوالور نکال کر
بے تحاشا ٹرک کی طرف بھاگا۔

"ٹھہرو۔ ٹھہرو کون ہو،، اچانک مختلف آوازیں اس کے کانوں سے
ٹکرائیں۔ پھر دس پندرہ فوجی مختلف سمتوں سے اسے پکڑنے کے لئے اس
کی طرف بھاگ پڑے اور جاتا ہوا ٹرک اب مڑ کر سٹور کے گیٹ سے قریب
پہنچ چکا تھا۔ ادھر وہ فوجی بھی چیختے ہوئے عمران کے قریب
پہنچ گئے۔

"خبردار کوئی میرے سامنے نہ آئے" عمران نے ہاتھ میں پکڑا ہوا
ریوالور لہراتے ہوئے چیخ کر فوجیوں سے کہا۔ مگر وہ فوجی تھے کوئی عام آدمی تو نہیں
تھے کہ ریوالور سے خوفزدہ ہو کر رک جاتے۔ انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور چند
لمحوں بعد وہ عمران کو گھیر چکے تھے عمران نے انہیں ڈاج دینے کی کوشش کی
مگر کب تک۔ فوجیوں کی تعداد لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی نجانے وہ
کہاں کہاں سے نکل کر آ رہے تھے اور پھر تھوڑی دیر کی آنکھ مچولی کے
بعد دس بارہ فوجی اکٹھے عمران پر پل پڑے۔ ادھر عمران نے بھی جدوجہد
ترک کر دی۔ کیونکہ ظاہر ہے ٹرک اتنی دیر میں گیٹ کراس کر چکا تھا۔

عمران تو کار کی چھت پر چڑھ کر خاردار تاروں کو کراس کر گیا تھا۔
البتہ کیپٹن شکیل وہیں کھڑا ہو گیا تھا۔ اس نے جب ٹرک کو عمران کے ہاتھوں
سے نکلتے اور عمران کو فوجیوں کے گھیرے میں آتا دیکھا تو اس نے بڑی پھرتی
سے کار کا دروازہ کھولا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے گاڑی
چلا دی کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح کار جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور پھر کیپٹن
شکیل نے گاڑی موڑ کر اس کا رخ بیرونی گیٹ کی طرف کر دیا۔ ٹرک
کا نمبر اس کے ذہن میں تھا۔

اور وہ آندھی اور طوفان کی طرح گاڑی دوڑاتا ہوا بیرونی گیٹ کے قریب پہنچا۔ گیٹ سے ابھی وہ کافی دور تھا کہ اس نے زور زور سے ہارن بجانا شروع کر دیا۔ اس کا مقصد تھا کہ اس کے وہاں جانے تک دربان دروازہ کھول دیں۔ مگر پہرے دار بھلا اس طرح کیسے گیٹ کھولتے انہوں نے سٹین گنیں سیدھی کر لیں اب اگر کیپٹن شکیل وہاں رک کر ان سے گیٹ کھلواتا۔ تو ظاہر ہے ٹرک وہ زندگی بھر نہیں پکڑ سکتا تھا چنانچہ اس نے رسک لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اور پھر اس نے دانت بھینچ کر ایکسیلیٹر پر دباؤ اور زیادہ بڑھا دیا۔ جب کار طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی گیٹ کے قریب پہنچی تو اس نے اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ اور کار کو گیٹ سے ٹکرا دیا۔ سپورٹس کار پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی گیٹ سے ٹکرائی۔ اور پھر ایک زوردار دھماکے سے وہ گیٹ کو توڑتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی۔ گیٹ کراس کرتے ہی کیپٹن شکیل نے پھرتی سے کار کو موڑا اور پھر اس نے کار کو انتہائی رفتار پر دوڑا دیا۔ پہریداروں نے اس پر فائرنگ کی کوشش کی۔ مگر افراتفری میں گولیاں صرف کار کی باڈی سے ٹکرا کر رہ گئیں۔ اور جلد ہی کار گولیوں کی رینج سے باہر نکل گئی کیپٹن شکیل کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کے اس طرح کار لے آنے پر وہاں طوفان آ گیا ہو گا۔ اور جلد ہی سیکورٹی کے موٹر سائیکل اس کے تعاقب میں دوڑ پڑیں گے۔ مگر اس کے ذہن پر صرف ایک ہی دھن سوار تھی کہ کسی طرح اس ٹرک کو چیک کیا جا سکے۔ چنانچہ وہ کار دوڑاتا چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ سرکلر روڈ سے چکر کاٹ کر وہ ملٹری سٹور والی سڑک پر پہنچ جائے گا۔

چنانچہ جیسے ہی اس کی کار سرکلر روڈ پر پہنچی تو اس نے دور ایک ملٹری ٹرک کو جاتے دیکھا۔ اب اتنی دور سے تو وہ اس کا نمبر چیک نہیں کر سکتا تھا۔ اور اگر وہاں جانے کے بعد وہ کوئی اور ٹرک نکلا تو پھر اسے واپس آنا پڑے گا۔ اور تمام محنت ضائع ہو جائے گی۔ مگر اس سپاٹ سڑک پر دور دور تک وہی ایک ہی ٹرک نظر آ رہا تھا۔ اس لئے کیپٹن شکیل نے اس کا پیچھا کرنے کی ہی ٹھانی۔ چنانچہ ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے کار اس ٹرک کے پیچھے ڈال دی۔ اور پھر لمحہ بہ لمحہ وہ ٹرک کے قریب ہوتا چلا گیا۔ ابھی وہ ٹرک سے کافی دور تھا کہ ٹرک ایک سائیڈ روڈ پر مڑ گیا۔ اور پھر جب کیپٹن شکیل کی کار اس روڈ پر مڑی تو اسے پوری قوت سے بریک لگانے پڑے۔ اور اتنی تیز رفتاری میں فل بریک لگانے پر کار کسی لٹو کی طرح سڑک پر گھوم گئی۔ ٹرک مین روڈ سے بیس گز آگے سڑک کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ جیسے ہی اس کی کار رکی وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا اور تیزی سے ٹرک کی طرف بڑھا۔ مگر اسے وہاں جا کر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ٹرک خالی تھا اس نے ٹرک کے انجن پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو انجن ابھی تک گرم تھا ٹرک کا نمبر بھی وہی تھا۔ جو اس کے ذہن میں موجود تھا اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اسی لمحے دو موٹر سائیکل سوار سیکورٹی سارجنٹ بھی وہاں پہنچ گئے انہوں نے ریوالور نکال کر کیپٹن شکیل کو کور کر لیا۔

کیپٹن شکیل نے جیب سے اپنا پی۔ اے والا کارڈ نکال کر ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

میں ایک مجرم کا پیچھا کرتا ہوا یہاں آیا ہوں مجرم خاردار تاریں کراس کر کے ملٹری سٹور سے اس ٹرک کے ذریعے بھاگے ہیں مگر یہاں ٹرک خالی ہے کیپٹن شکیل کے لہجے میں سختی تھی۔

سیکورٹی سارجنٹوں نے کارڈ کو بغور دیکھا اور پھر انہوں نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں حکم کیجئے۔ مجرم کا حلیہ بتلائیے"

"حلیہ یہی ہے کہ وہ نائٹ انچارج سلطان تھا۔ وہ ڈاکٹر کمال حسین کو بے ہوش کر کے فرار ہوا ہے" کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔ سلطان کا نام سن کر وہ دونوں بری طرح چونک پڑے۔

اتنے میں کیپٹن شکیل نے ایک آدمی کو ملٹری ایریا کی خاردار تاروں کے پیچھے کرسی پر بیٹھے دیکھا۔ وہ تیزی سے لپک کر اس کی طرف گیا۔

"جناب آپ نے اس ٹرک سے اتر کر کسی کو جاتے دیکھا ہے" کیپٹن شکیل نے بڑے مودبانہ لہجے میں اس سے پوچھا۔

وہ آدمی بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ اس نے چونک کر دیکھا اور پھر اس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کیپٹن شکیل کو جواب دیا۔

"جی ہاں جناب اس ٹرک سے دو آدمی اترے تھے۔ ایک سویلین اور دوسرا فوجی وہ تیز تیز دوڑتے ہوئے بائیں طرف کی بائی روڈ پر چلے گئے تھے۔ ان کے تیز دوڑنے کی وجہ سے میں نے چونک کر انہیں دیکھا"

اور کیپٹن شکیل نے ایک سارجنٹ کو بازو سے پکڑ کر موٹر سائیکل سے نیچے اتارا اور خود اچھل کر موٹر سائیکل پہ بیٹھتے ہوئے اسے حکم دیا۔

"اس کار کا خیال رکھنا اور تم میرے پیچھے آؤ" اس کے ساتھ ہی اس نے موٹر سائیکل اس بائی روڈ کی طرف بڑھا دیا۔ دوسرا سارجنٹ بھی اس کے پیچھے تھا۔ بائی روڈ پر تھوڑی ہی دور آگے جانے کے بعد ایک موڑ پر انہوں نے دو ملٹری پولیس کے آدمیوں کو زمین پر زخمی پڑے دیکھا کیپٹن شکیل نے بڑی تیزی سے ان کے قریب جا کر بریک ماری۔ ان دونوں کے سینوں پر گولیاں ماری گئی تھیں۔ ان میں سے ایک کے سینے میں سے ابھی تک خون بہہ رہا

تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ ابھی زندہ ہے کیپٹن شکیل نے پھرتی سے موٹر سائیکل سٹینڈ کیا۔ اور پھر اس سپاہی کے قریب جا کر جھک گیا۔ جس کے سینے سے خون بہہ رہا تھا وہ نہ صرف زندہ تھا بلکہ قدرے ہوش میں بھی معلوم ہوتا تھا۔

"تمہیں کس نے گولی ماری ہے" کیپٹن شکیل نے اس سے پوچھا۔

زخمی سپاہی چند لمحوں تک اپنی رہی سہی قوت مجتمع کرتا رہا۔ پھر اس کے لب ہلے اور کیپٹن شکیل نے اپنا کان اس کے منہ سے لگا دیا۔ زخمی سپاہی اٹک اٹک کر کہہ رہا تھا کہ وہ دو آدمی تھے۔ ان میں سے ایک فوجی اور دوسرا سویلین تھا۔ ہم نے انہیں بھاگتے دیکھ کر روکا تو انہوں نے سائیلنسر لگے ریوالور سے ہمیں شوٹ کر دیا۔

"تم نے دیکھا کہ یہاں سے وہ کہاں گئے ہیں" کیپٹن شکیل نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر کہا۔

"ہاں گرتے وقت میں نے اتنا دیکھا کہ وہ دونوں بائیں طرف والی سڑک پر مڑ گئے تھے۔ شاید وہ وہاں موجود تین منزلہ ٹھیکیدار بلڈنگ میں نہ گئے ہوں کیونکہ اس طرف وہی ایک عمارت ہے جہاں کوئی چھپ سکتا ہے" سپاہی نے اٹکتے اٹکتے تفصیل بتلائی۔ یہ سنتے ہی کیپٹن شکیل اٹھ کھڑا ہوا۔ اور قریب کھڑے سارجنٹ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

"سارجنٹ تم اس سپاہی کو ہسپتال پہنچانے کا بندوبست کرو۔ میں انہیں چیک کرتا ہوں" اس کے بعد وہ اچھل کر موٹر سائیکل پہ بیٹھا اور پھر اس کی موٹر سائیکل رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح تقریباً اڑتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اس نے پوری رفتار میں موٹر سائیکل کو دائیں طرف موڑ دیا۔ اور پھر دور اسے تین منزلہ عمارت نظر آ گئی۔ اس نے ایکسیلیٹر اور گھمایا اس کی موٹر سائیکل لمحہ بلمحہ تین منزلہ عمارت

کے قریب ہونے لگی۔

ابھی عمارت سو ڈیڑھ سو گز دور تھی کہ اچانک سائیں کی ہلکی سی آواز ہوئی اور دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ موٹر سائیکل کا اگلا ٹائر برسٹ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی انتہائی رفتار میں دوڑتی ہوئی موٹر سائیکل نہ صرف خود الٹ گئی بلکہ کیپٹن شکیل کو بھی اس نے اچھال دیا۔ اور کیپٹن شکیل قلابازیاں کھاتا ہوا سڑک کی دوسری طرف موجود گہرے کھڈ میں جا گرا۔

جیسے ہی ڈی۔ ون چھلانگ لگا کر ملٹری ٹرک کی چھت پر گرا۔ وہ پھسل کر دوسری طرف زمین پر اتر گیا اور ملٹری ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ پر موجود ڈی۔ ٹو نے ٹرک آگے بڑھا دیا۔ اسی لمحے ڈی ون ٹرک کی کھلی ہوئی کھڑکی سے اندر آ گیا۔ اور اس نے ڈی۔ ٹو سے ہانپتے ہوئے کہا۔

"جلدی کرو ڈی۔ ٹو۔ نکل چلو۔ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے"

"آپ ٹرک کی پچھلی طرف چھپ جائیں" ڈی۔ ٹو نے ٹرک کی سپیڈ بڑھاتے ہوئے کہا۔ اور ڈی۔ ون اچھل کر ٹرک کی پچھلی طرف دبک گیا۔ ٹرک کی سائیڈوں میں لگے ہوئے کینوس کی جھری سے وہ پچھلا منظر صاف دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے پیچھے آتی ہوئی کار خاردار تاروں کے قریب آ کر رکی۔ اور پھر ایک

نوجوان بجلی کی سی تیزی سے باہر نکلا پلک جھپکنے میں وہ کار کی چھت پر چڑھا۔ اور پھر جمپ دے کر کسی پرندے کی طرح اڑتا ہوا خاردار تاروں کے اوپر سے ہوتا ہوا اسٹور کمپاؤنڈ میں آگرا۔ نیچے گرتے ہی وہ سرکس کے کسی ماہر کی طرح اچھلا اور پھر پوری تیزی سے ٹرک پیچھے دوڑنے لگا۔ اس نے جیب سے ریوالور بھی نکال لیا تھا وہ شاید ٹرک کے پہیوں کو نشانہ بنانا چاہتا تھا۔ مگر ڈی ون جانتا تھا کہ اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی کیونکہ یہ ملٹری ٹرک تھا۔ اس لئے اس کے ٹائروں پر حفاظتی بلٹ پروف شیڈ لگے ہوئے تھے بلکہ جس رفتار سے وہ نوجوان ٹرک کے پیچھے دوڑا آ رہا تھا اس سے اسے خطرہ لاحق ہو گیا۔ اگر اسے نہ روکا گیا تو وہ جلد ہی ٹرک کو کیچ کرے گا۔ اور ملٹری سٹور کا گیٹ ابھی کافی دور تھا۔ مگر چند لمحوں بعد اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگنے لگی۔ کیونکہ اس کے گرنے کا دھماکہ سن کر بیرکوں سے کئی فوجی نکل آئے تھے اور سب شور مچاتے ہوئے اسے پکڑنے کے لئے دوڑ پڑے تھے۔

اب ڈی۔ ون مطمئن ہو گیا کہ نوجوان ان سپاہیوں سے بچ کر ان تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اور وہ باآسانی گیٹ کراس کر جائیں گے۔

"ہوشیار۔ گیٹ آ رہا ہے" ڈی۔ ٹو کی سرگوشی سنائی دی اور ڈی ون ٹرک کے فرش کے ساتھ بالکل چپک گیا۔

ٹرک گیٹ پر رک گیا۔ ایک پہرے دار آگے بڑھا اور ڈی۔ ٹو نے ایک کاغذ اس کی طرف بڑھا دیا۔ دوسرے دربان نے ایک بار ٹرک کی پشت کی طرف سے ایک سرسری نظر اندر ڈالی اور پھر ٹرک کے سامنے کی طرف چل دیا۔

"او۔ کے"

دوسرے دربان نے پہلے والے سے کہا اور پہلے والے نے کاغذ کا ایک ٹکڑا پھاڑ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اور دوسرا ڈی۔ ٹو کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اس کے ساتھ ہی گیٹ کھول دیا۔ اور ڈی۔ ٹو بڑے اطمینان سے ٹرک آگے بڑھاتا ہوا گیٹ کراس کر گیا۔

گیٹ کراس کرکے اس نے ٹرک کی سپیڈ بڑھا دی اور پھر آہستہ آہستہ وہ سپیڈ بڑھاتا چلا گیا۔

"آ جاؤ اب خطرہ ٹل گیا ہے" ڈی۔ ٹو نے پیچھے مڑ کر اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اور ڈی۔ ون اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"خدا کا شکر ہے کہ آج ہم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے ہیں" ڈی۔ ون نے اطمینان کا طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"فارمولا لے آئے" ڈی۔ ٹو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں فارمولا میری جیب میں ہے" ڈی ون نے جیب کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

یہ کار کیسے پیچھے لگ گئی ـــــ یہ کون تھے۔ ڈی۔ ٹو نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بس بال بال بچا ہوں۔ میں جب ڈاکٹر کمال حسین کو سی ڈبلیو کا انجکشن لگا رہا تھا کہ یہ کار سلطان کی کوٹھی کے پھاٹک پر آ کر رکی۔ یہ جب اس کوٹھی کے اندر گئے تو میں باہر نکل آیا۔ اور پھر بڑی مشکل سے انہیں دھوکا دیتا ہوا لیبارٹری کی پشت پر آیا۔ یہاں میں دوڑ کر تمہاری طرف آ رہا تھا کہ کار والوں نے کھلے میدان کی وجہ سے مجھے چیک کر لیا۔ ڈی۔ ون نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

مگر اس میں تھے کون کیا لیبارٹری کی سیکورٹی فورس تھی" ڈی۔ ٹو نے سوال کیا۔

"ارے نہیں لیبارٹری کی سیکورٹی فورس صرف گیٹس یا لیبارٹری کے اندر ہی تعینات رہتی ہے۔ ان میں سے ایک کو میں نے آواز سے پہچان لیا ہے۔ وہ سر جمشید کا پی اے تھا۔ مگر اس کی شخصیت سے میں مشکوک ہوں۔ اس نے جس انداز میں مجھ سے سوال کئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ پی۔ اے کی بجائے کوئی اور تھا۔ شاید کوئی ملٹری سیکرٹ ایجنٹ ہو" ڈی۔ ون نے جواب دیا۔

ان کا ٹرک ابھی مڑ کر اس سرکلر روڈ پہ آ گیا تھا جدھر سے ایک سڑک ریسرچ سنٹر کے مین گیٹ کی طرف جاتی تھی۔

ڈی۔ ون نے ایک نظر اس سڑک پہ ڈالی اور دوسرے لمحے وہ دور سے آتی ہوئی ایک کار کو دیکھ کر چونک پڑا۔

"اگر میرا خیال درست ہے تو وہی کار اس سڑک پر آ رہی ہے" ڈی۔ ون نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی وہ کیسے آ سکتے ہیں۔ گیٹ پر خانہ پری وغیرہ کرنے کے لئے خاصا وقت چاہیئے" ڈی۔ ٹو نے مطمئن لہجے میں کہا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس نے سپیڈ بڑھا دی۔

ڈی۔ ون کی نظریں اب پیچھے سڑک پہ لگی ہوئی تھیں اور پھر اسے وہ کار سرکلر روڈ پہ چڑھتی نظر آئی۔ کار ایک لمحے چوک پر رکی اور پھر تیزی سے ادھر مڑ گئی جدھر ان کا ٹرک جا رہا تھا۔ کار انتہائی تیز رفتار سے اڑی چلی آ رہی تھی۔ کیونکہ اس کا ہیولہ تیزی سے واضح ہوتا چلا جا رہا تھا۔ جب کار پوری طرح واضح ہو گئی

تو وہ بری طرح اچھل پڑا۔

"ڈی۔ ٹو یہ واقعی وہی کار ہے۔ بہت تیز لوگ معلوم ہوتے ہیں ہمیں فوراً کوئی بندوبست کرنا چاہیئے۔ ورگرنہ کار ہمیں جلد ہی پکڑ لے گی" ڈی۔ ون نے ڈی۔ ٹو سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آگے موڑ آرہا ہے وہاں ہم ٹرک سے اتر کر نکل جائیں گے۔ ہماری منزل گو یہاں سے قریب ہے مگر وہاں تک پہنچنے سے پہلے کار ہمیں پکڑ لے گی" ڈی ٹو نے جواب دیا۔

اور پھر اس نے موڑ آتے ہی ٹرک تیزی سے موڑ کر دس بیس گز دور جا کر روک دیا۔ اور پھر وہ دونوں تیزی سے نیچے اتر آئے۔

"اس طرف۔ بائیں طرف" ڈی۔ ٹو نے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے بائیں طرف والی سڑک پر بھاگنے لگے۔

ابھی صبح ہوئی تھی اس لئے ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ وہ دونوں تیزی سے بھاگتے ہوئے جب اگلے چوک پر گئے تو اچانک موڑ سے دو ملٹری پولیس کے سپاہی سامنے آ گئے۔

"ھالٹ"۔

ان میں سے ایک نے چیخ کر ڈی۔ ٹو کو حکم دیا۔

مگر یہ ان دونوں کے رکنے کا موقع نہیں تھا۔ انہیں خطرہ تھا کہ کسی بھی لمحے کار والے ان کے سر پر پہنچ سکتے ہیں۔

چنانچہ پلک جھپکنے میں ڈی۔ ٹو نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس سے پہلے کہ دونوں اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر کرتے ڈی۔ ٹو نے ٹریگر دبا دیا۔ اور اس کے ریوالور سے نکلی ہوئی دو گولیاں ان دونوں کے سینوں میں پیوست ہو گئیں۔

اور وہ الٹ کر نیچے گرے اور تڑپنے لگے۔

"بھاگو"۔

ڈی ون نے کہا اور پھر وہ تیزی سے بھاگتے ہوئے موڑ مڑے ان کا رخ اس روڈ پر موجود تین منزلہ عمارت کی طرف تھا۔

جلد ہی وہ اس تین منزلہ عمارت کے دروازے پر پہنچ گئے وہ دونوں بری طرح ہانپ رہے تھے۔ انہوں نے ادھر ادھر دیکھا اور سڑک پر کسی کو نہ پا کر وہ تیزی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے یہ تین منزلہ عمارت کمرشل بلڈنگ تھی۔ جس میں مختلف فرموں کے دفاتر تھے۔ ان میں سے زیادہ تر دفاتر ملٹری ٹھیکیداروں کے تھے اس لئے عرف عام میں اس کو ٹھیکیدار بلڈنگ کہا جاتا تھا۔ وہ دونوں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے تیسری منزل پر آئے اور پھر ڈی۔ ٹو نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"تم ذرا باہر چیک کرو میں اپنا میک اپ تبدیل کر دوں پھر میں خیال کروں گا۔ اور تم میک اپ کرنا" ڈی ون نے ڈی۔ ٹو سے مخاطب ہو کر کہا اور خود باتھ روم میں گھس گیا۔

ڈی۔ ٹو نے کھڑکی کھول کر اس کے سامنے پڑے ہوئے پردے کو ذرا سا ہٹایا اور باہر دیکھنے لگا۔ ابھی اسے وہاں کھڑے زیادہ سے زیادہ دس منٹ ہوئے ہوں گے کہ اچانک اس نے موڑ پر سے ایک موٹر سائیکل سوار کو تیزی سے مڑتے دیکھا۔ موٹر سائیکل سیکورٹی فورس کا تھا مگر اس پر موجود سوار سویلین کپڑوں میں تھا۔ اور موٹر سائیکل سوار کی نظریں اس عمارت پر جمی ہوئی تھیں۔ اور پوری رفتار سے بلڈنگ کی طرف دوڑا چلا آرہا تھا۔

ڈی۔ ٹو نے ایک لمحے کے لئے اسے دیکھا اور دوسرے لمحے وہ کھڑکی

سے ہٹا اور پھر اس نے کمرے کے کونے میں موجود سائیلنسر لگی رائفل اٹھالی اور وہ پھر کھڑکی کے قریب آگیا اس نے رائفل کی نال کھڑکی سے باہر نکالی۔ اب موٹر سائیکل سوار بلڈنگ سے سوڈیڑھ سو گز دور تھا ڈی۔ ٹو نے نشانہ باندھا اور ٹریگر دبا دیا۔ گو اس نے تو نشانہ موٹر سائیکل سوار کا لیا تھا مگر اسی لمحے موٹر سائیکل نے سڑک پر جمپ کھایا اور دوسرے لمحے گولی ایک دھماکے کے ساتھ ٹائر کو پھاڑ گئی پوری رفتار سے دوڑتی ہوئی موٹر سائیکل الٹ گئی اور اس پر موجود سوار قلا بازی کھاتا ہوا سڑک کے دوسرے کنارے کھڈ میں جا گرا۔

جس لمحے ڈی۔ ٹو نے ٹریگر دبایا تھا اسی لمحے ڈی ون کمرے سے باہر آیا۔ اس کا نہ صرف حلیہ ہی بدلا ہوا تھا بلکہ وہ لباس بھی تبدیل کر چکا تھا ٹائر پھٹنے کا دھماکہ ڈی۔ ون نے بھی سنا تھا۔

"یہ کیا کر دیا"

ڈی۔ ون بھاگتا ہوا کھڑکی کے پاس آیا اور پھر اس نے سوار کو قلابازیاں کھاتے ہوئے کھڈ میں گرتے دیکھا۔

"یہ وہی پی۔ اے تھا۔ مگر اس کی کیا ضرورت تھی" ڈی۔ ون نے تلخ لہجے میں کہا۔

"بس میرا ذہن ریڈ ہو گیا تھا" ڈی۔ ٹو نے پھیکی پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔

"مجھے تمہارے ذہن کو مستقل گرین کرنا پڑے گا۔ خواہ مخواہ کی قتل و غارت ہمارے مشن کے خلاف ہے" ڈی۔ ون نے اس کے ہاتھ سے رائفل چھینتے ہوئے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"سوری فادرس" ڈی۔ ٹو نے ندامت آمیز لہجے میں کہا۔

"جاؤ جلدی کرو میک اپ تبدیل کرو۔ ہمیں جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہیئے" ڈی۔ ون نے جیب سے رومال نکال کر رائفل کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

ڈی۔ ٹو خاموشی سے باتھ روم میں گھس گیا۔ ڈی۔ ون نے رائفل صاف کر کے دوبارہ کونے میں رکھ دی اور کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا موٹر سائیکل ابھی تک سڑک پر پڑا ہوا تھا اور اس کا سوار کھڈ سے باہر نہیں نکلا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ موٹر سائیکل والا یا تو شدید زخمی ہے یا پھر بے ہوش ہو چکا ہے ویسے اس کی موت کے امکانات بھی رد نہیں کئے جا سکتے تھے۔

ڈی۔ ٹو نے شاید بے حد پھرتی سے کام لیا تھا کیونکہ زیادہ سے زیادہ چھ سات منٹ وہ باتھ روم میں رہا ہو گا۔ پھر وہ نکل آیا۔ وہ بھی مکمل طور پر نئے روپ میں تھا۔

ان دونوں کو نزدیک سے دیکھ کر بھی کوئی نہیں پہچان سکتا تھا کہ وہ پہلے والے افراد ہیں۔

"جہاں جہاں ہاتھ لگے ہیں وہ سب صاف کر دو" ڈی۔ ون نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور ڈی۔ ٹو نے جیب سے رومال نکال کر وہ تمام جگہیں صاف کرنی شروع کر دیں۔

اس سے فارغ ہو کر وہ دونوں دروازے کی طرف بڑھے اس سے پہلے کہ وہ دروازے کے قریب پہنچتے اچانک دروازے پر زور زور سے دستک ہوئی اور وہ دونوں اچھل پڑے۔

"جلدی کرو دروازہ کھولو ورنہ توڑ دیا جائے گا" دروازے کے دوسری طرف سے انتہائی سخت آواز آئی اور وہ دونوں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے

لگے۔ اب دروازے پر مسلسل دستک ہونی شروع ہو گئی تھی۔

"دروازہ کھولو"

وہی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور ڈی دن کھڑکی کی طرف دوڑا۔ مگر کھڑکی کے باہر ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں سے نکلا جا سکتا ہو سوائے ایک صورت کے کہ وہ دونوں تیسری منزل سے نیچے سڑک پر چھلانگ لگا دیں۔ اور اس کا جو نتیجہ نکلنا تھا وہ ان دونوں پر ظاہر من الشمس تھا۔

اب دروازے پر زور زور سے لاتیں پڑنے لگیں اور دروازہ کڑکڑانے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چند لمحوں میں دروازہ ٹوٹ جائے گا۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں کچھ سوچتے دروازہ ایک زوردار دھماکے سے ٹوٹ کر نیچے آ گرا اور دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔

عمران نے جب جدوجہد بند کر دی تو فوجیوں نے اسے بازوؤں سے پکڑ لیا۔

"کون ہو تم" ایک فوجی نے کرخت لہجے میں سوال کیا۔

"اپنے آفیسر سے بات کراؤ ورنہ ایک خطرناک مجرم نکل جائے گا وہ ریسرچ سنٹر کا ایک اہم راز لے کر جا رہا ہے" عمران نے انتہائی سخت لہجے میں جواب دیا۔

"بکواس مت کرو۔ ہم نے تو کوئی مجرم آتا نہیں دیکھا" فوجیوں نے جواب دیا اتنے میں شور شرابا سن کر سٹور کے اعلیٰ افسر بھی وہاں پہنچ گئے۔ فوجیوں نے عمران کو ان کے سامنے پیش کرتے ہوئے تمام حالات بتلا دیئے۔

"کون ہو تم" ایک اعلیٰ افسر نے ڈانٹ کر عمران سے کہا۔ اور عمران نے جواب میں اپنا کالر الٹ دیا۔

دوسرے لمحے اس اعلیٰ آفیسر نے بوکھلا کر عمران کو سلیوٹ مار دیا۔ اور اس کے سلیوٹ مارتے ہی اس کے ارد گرد موجود تمام فوجی اٹین شن ہو گئے۔

"سر معاف کیجئے گا ہمیں معلوم نہیں تھا۔" اعلیٰ افسر نے انتہائی مودبانہ اور ندامت آمیز لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارے ہاں موٹر سائیکل تو ہو گا۔ جلدی لے آؤ۔ مجرم تمہارے ٹرک میں بیٹھ کر نکل گیا ہے۔" عمران نے تیز لہجے میں اس آفیسر کو حکم دیتے ہوئے کہا اور آفیسر نے ایک فوجی کو موٹر سائیکل لے آنے کا حکم دیا۔ چند لمحوں میں موٹر سائیکل پیش کر دیا گیا۔

"باقی باتیں بعد میں ہوں گی"

عمران نے جواب دیا اور اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا۔ دوسرے لمحے وہ تیر کی طرح اڑتا ہوا مین گیٹ کے قریب پہنچ گیا۔ اعلیٰ آفیسر نے دور ہی سے انہیں کہہ دیا تھا اس لئے جیسے ہی عمران نزدیک آیا انہوں نے گیٹ کھول دیا اور عمران موٹر سائیکل دوڑاتا باہر نکل گیا۔ ملٹری سٹور کے سامنے موجود سڑک دور دور تک خالی نظر آ رہی تھی عمران پوری رفتار سے موٹر سائیکل اڑاتا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس چوک پر پہنچ گیا۔ جہاں سے ریسرچ سنٹر کی سڑک اس روڈ کو کراس کرتی تھی۔ عمران چند لمحوں کے لئے وہاں رکا۔ ادھر ادھر

دیکھا اور پھر اندازہ لگا کر اس نے سامنے کا رخ کیا۔ کیونکہ دوسری طرف جانے
والی سڑک صرف ملٹری پاور ہاؤس کی طرف جاتی تھی ظاہر ہے ان کا ادھر جانے
کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس نے موٹر سائیکل کا ایکسیلیٹر پوری طرح گھما دیا اور
موٹر سائیکل رائفل سے نکلی ہوئی گولی کی طرح اڑتی چلی گئی جلد ہی
وہ موڑ پر پہنچ گیا۔ جہاں اس ٹرک کے ساتھ ہی اس کی اپنی کار بھی موجود تھی۔
ایک سارجنٹ وہاں کھڑا تھا۔ اس سے پہلے کہ عمران سارجنٹ سے کچھ پوچھتا
ایک اور سارجنٹ موٹر سائیکل دوڑاتا وہاں آگیا۔

"ادھر دو ایم پی اے والوں کو گولی ماردی گئی ہے۔ ان میں سے ایک ابھی
زندہ ہے یہ کار لے آؤ تاکہ اسے ہسپتال پہنچایا جاسکے۔" سارجنٹ نے
اپنے ساتھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"کار والا کہاں ہے"۔ عمران نے اس سارجنٹ سے مخاطب ہو کر پوچھا
وہ جناب موٹر سائیکل پر اگلے چوک پر بائیں طرف مڑ گیا ہے۔ میں نے
ادھر دھماکہ بھی سنا تھا۔ سارجنٹ نے جواب دیا۔

"تم کار لے کر جاؤ"

عمران نے تحکمانہ لہجے میں سارجنٹ سے کہا۔ اور پھر اپنا موٹر سائیکل ادھر
موڑ دیا۔ جدھر سارجنٹ نے اشارہ کیا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا
جہاں ملٹری پولیس کے دو سپاہی پڑے تھے۔ عمران وہاں رکنے کی بجائے تیزی
سے آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر دائیں طرف مڑ گیا۔ تھوڑی ہی دور جانے کے بعد
اسے سڑک کے کنارے سارجنٹ کا موٹر سائیکل ایک طرف الٹا پڑا نظر آیا۔
اس نے موٹر سائیکل کو زور سے بریک ماردی۔ اور پھر پھرتی سے اسے سٹینڈ کر کے
نیچے اتر آیا۔ موٹر سائیکل کی پوزیشن دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ اس کا سوار سڑک کی

دوسری طرف گرا ہوگا۔ وہ تیزی سے ادھر دوڑا اور پھر ایک گہرے کھڈ
میں کیپٹن شکیل پڑا نظر آگیا۔ کیپٹن شکیل بے ہوش پڑا تھا۔ عمران نے اس کی
تصدیق کی اور پھر اسے کاندھے پر اٹھا کر کھڈ سے باہر نکل آیا۔ اس نے کیپٹن
شکیل کو سڑک پر لٹا دیا۔ ایک لمحے کے لئے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں
اس تین منزلہ ٹھیکیدار بلڈنگ پر جم گئیں کیپٹن شکیل کے موٹر سائیکل کو ایک نظر
دیکھ کر ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ رائفل کی گولی سے ٹائر پھاڑ دیا گیا ہے اور ٹائر میں موجود
گولی کے سوراخ کا زاویہ صاف بتلا رہا تھا کہ گولی اوپر بلندی سے چلائی گئی
ہے۔ اس لئے وہ ٹھیکیدار بلڈنگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے اندازے کے مطابق
گولی یہیں سے ماری گئی ہوگی۔ مگر اب مسئلہ کیپٹن شکیل کا تھا۔ کیپٹن شکیل کو اس
طرح بے ہوشی کے عالم میں چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے پہلے کیپٹن
شکیل کو ہوش میں لے آنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے کیپٹن شکیل کی ناک پکڑ کر ایک
زوردار تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا۔ اس کے پہلے ہی تھپڑ نے کیپٹن شکیل
کا دماغ جھنجھنا کر رکھ دیا۔ چنانچہ اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

"شکیل ہوش میں آؤ۔ مجھے بتاؤ کہ مجرم کہاں ہیں"

عمران نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل کا شعور جاگ گیا۔ وہ
جھٹکا کھا کر اٹھ بیٹھا۔ اور پھر عمران کو سامنے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک
ابھر آئی۔

"گولی کہاں سے چلائی گئی تھی"۔ عمران نے اس سے پوچھا۔

"سامنے ٹھیکیدار بلڈنگ کی دوسری منزل سے۔ مجرم دو ہیں۔ ایک
سول لباس میں اور دوسرا فوجی لباس میں"
کیپٹن شکیل نے بتلایا۔

"آؤ میرے ساتھ شاید مجرم ابھی تک وہیں موجود ہوں" عمران نے کہا اور پھر وہ کیپٹن شکیل کو لئے تیزی سے ٹھیکیدار بلڈنگ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جب دونوں ٹھیکیدار بلڈنگ میں پہنچے تو انہوں نے کافی لوگ اکٹھے دیکھے۔ ان میں سے زیادہ اکثریت چوکیدار اور چپڑاسی ٹائپ لوگوں کی تھی وہ ایک شرابی کو گھیرے کھڑے تھے۔ اس شرابی نے بڑے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ مگر اس وقت اس کے کپڑے مسلے ہوئے تھے۔ وہ شرابی ان کے درمیان کھڑا چیخ رہا تھا۔

"کیا بات ہے" عمران نے ایک آدمی سے پوچھا

"جناب یہ ٹھیکیدار ہیں ان کا دفتر اوپر کی منزل میں ہے آج اتوار ہے یہ شراب میں دھت ہو کر یہاں آئے اور اپنے دفتر کی بجائے ساتھ والے کمرے کے دروازے کو کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ اور جب دروازہ نہ کھلا تو انہوں نے دروازہ توڑ دیا" ایک آدمی نے عمران کو بتلایا۔

"یہاں کوئی فوجی تو نہیں آیا" عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب ہم نے تو نہیں دیکھا" اس آدمی نے جواب دیا۔

"دروازہ کس کا توڑا گیا ہے" کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"وہ یہ دو آدمی ہیں" اس آدمی نے کہا اور پھر اس نے ادھر ادھر انہیں تلاش کرنا شروع کر دیا۔

"ارے وہ آدمی کہاں گئے ابھی تو یہیں تھے"

اس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر سب نے ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔

"ابھی تو یہیں کھڑے تھے مگر اب تو نہیں ہیں" سب نے کہا۔ عمارت کا عقبی دروازہ سامنے کھلا ہوا نظر آرہا تھا۔

"وہ وہی آدمی ہوں گے۔ کیپٹن تم ان کا کمرہ چیک کرو میں ادھر دیکھتا ہوں۔ سامنے سے تو وہ نہیں نکلے ورنہ مجھے ضرور نظر آجاتے۔"

عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ خود تیزی سے عقبی دروازے کی طرف لپکا۔ عقبی دروازے سے نکل کر اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ مگر دور دور تک سڑک خالی تھی۔

سامنے ایک عمارت زیر تعمیر تھی۔ ظاہر ہے کوئی بھی شخص اس کی آڑ لے کر کہیں سے کہیں نکل سکتا ہے اور نجانے انہیں عمارت سے نکلے کتنی دیر ہو چکی ہو گی اس لیے اب ان کا پیچھا کرنا لاحاصل معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ واپس مڑ آیا۔ اور پھر سیڑھیاں چڑھتا ہوا دوسری منزل میں پہنچ گیا۔ کیپٹن شکیل وہاں موجود تھا۔ کمرے کا دروازہ اکھڑا ہوا تھا۔ دور مار سائیلنسر لگی رائفل بھی وہاں موجود تھی۔

باتھ روم میں فوجی وردی اور سلطان کا لباس بھی موجود تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہاں ربڑ کے دو چہرے اور وگیں بھی پڑی تھیں۔ ایک الماری میں مختلف قسم کے لباس بھی موجود تھے۔

"اس کا مطلب ہے یہاں انہوں نے اپنا حلیہ تبدیل کیا ہے" عمران نے چیزیں دیکھتے ہوئے دیکھا۔

ربڑ کے چہروں کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ مجرم جدید ترین میک اپ کے ماہر ہیں۔ کیوں کہ ربڑ کے چہروں سے میک اپ کرنا عام مجرموں کے بس سے باہر تھا۔

کافی دیر تک عمران کمرے کا معائنہ کرتا رہا۔ مگر وہاں اسے کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے مجرموں کا کوئی کلیو مل سکتا۔ آخر مایوس ہو کر اس نے کیپٹن شکیل سے واپس چلنے کے لئے کہا۔ پھر جیسے ہی وہ دروازہ کراس کرنے لگے اچانک عمران ٹھٹھک کر رک گیا اور پھر وہ تیزی سے نیچے جھکا اور اس نے کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا اٹھا لیا۔ اس ٹکڑے پر نمبروں کی دو لائنیں لکھی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے حساب کا سوال حل کیا ہو۔ عمران چند لمحے غور سے اس کاغذ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"چلو کیپٹن شکیل وہ بیچارے اپنا مکمل پتہ نشان بتلا گئے ہیں"۔

عمران نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر باہر نکل کر تیزی سے سیڑھیاں اترنا شروع کر دیں۔ بلڈنگ سے باہر نکل کر اس نے اپنی موٹر سائیکل سنبھالی اور کیپٹن شکیل کو پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے موٹر سائیکل سٹارٹ کر دی۔ چند لمحوں بعد اس کی موٹر سائیکل تیزی سے ریسرچ سنٹر کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھی۔

"مجرموں کے پیچھے نہیں چلنا؟" کیپٹن شکیل نے پوچھا۔

"کیا ضرورت ہے وہ بیچارے کہاں جا سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کے جرم کے متعلق تو معلوم ہو۔ ابھی تک تو ان کا جرم یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ڈاکٹر کمال حسین کو انجکشن لگا کر بے ہوش کر دیا ہے" عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔ اب بھلا کیپٹن شکیل کیا جواب دیتا۔ خاموش رہا۔

تھوڑی دیر بعد عمران اور کیپٹن شکیل دونوں سر جمشید کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

"غضب ہو گیا عمران صاحب! جس بات کا ہمیں ڈر تھا وہی ہوا۔ ائیر لائٹ

بم کا فارمولا غائب ہے اور اس کی دوسری کاپی بھی نہیں ہے"۔ سر جمشید نے انہیں بتلایا۔ وہ اس وقت بے حد پریشان اور رنجیدہ تھے۔

"ڈاکٹر کمال حسین تو زندہ ہیں۔ وہ فارمولا انہوں نے مرتب کیا تھا وہ دوبارہ بنا دیں گے۔ ظاہر ہے انہیں تو اس کی تفصیلات یاد ہوں گی" عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس اطلاع نے اسے مطمئن کر دیا ہو۔

"یہی تو مسئلہ بن گیا ہے۔ ڈاکٹر کمال حسین گو ظاہری طور پر ٹھیک ٹھاک ہیں مگر ان کا ذہن اس ٹائپ کے فارمولے کی طرف نہیں چلتا بلکہ وہ تخریبی ایجادات سے سخت نفرت کا اظہار کرنے لگ گیا ہے۔ میں نے انہیں میڈیکل چیک اپ کے لئے بھیجا تو وہاں سے رپورٹ آئی کہ انہیں کسی ایسے نامعلوم دوا کا انجکشن لگایا ہے جس سے اس کا ذہن تخریبی ایجادات کی طرف سے بالکل مفلوج ہو گیا ہے اب تو وہ نئی کھاد بنانے اور عوامی کار بنانے کے منصوبوں کے متعلق سوچ بچار کر رہے ہیں" سر جمشید نے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"اوہ اس کا مطلب ہے مجرم جدید ترین حربے استعمال کر رہے ہیں" کیپٹن شکیل نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"نہ صرف جدید ترین حربے استعمال کر رہے ہیں بلکہ اس کیس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ایک خاص مشن لے کر اٹھے ہیں۔ اور ان کا تعلق کسی اور ملک سے نہیں ہے بلکہ وہ انفرادی طور پر کام کر رہے ہیں۔ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ کیسے" سر جمشید نے چونک کر پوچھا۔

"وہ اس طرح کہ اگر وہ کسی دوسرے ملک کے ایجنٹ ہوتے تو فارمولے

کے ساتھ ساتھ اول تو ڈاکٹر کمال حسین کو بھی اغوا کرنے کا پروگرام بنا کر آتے یا پھر ان کے لئے زیادہ آسان بات یہ تھی کہ وہ ڈاکٹر کمال حسین کو گولی مار دیتے اور ان کے پاس اس کا موقع بھی تھا مگر انہوں نے ڈاکٹر کو ضائع کرنے کی بجائے صرف اس کے ذہن کو تخریب کی بجائے تعمیر کی طرف منتقل کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تخریبی ہتھیاروں کے خلاف کوئی مخصوص مشن لے کر کام کر رہے ہیں" عمران نے بتلایا۔

"ہونہہ! آپ کی بات میرے ذہن کو اپیل تو کر رہی ہے مگر میں سوچ رہا ہوں کہ کیا تمام تر تخریب صرف اس فارمولے تک ہی منحصر ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملک ایسی تخریبی ایجادات کر رہے ہیں کہ یہ فارمولا تو ان کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر ان کو ایسے کسی مشن پر کام کرنا تھا تو کسی بڑے ملک کے خلاف کام کرتے۔ سر جمشید نے کہا۔

"بہکے ہیں نادانی کر گئے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ میں انہیں سمجھا دوں گا" عمران نے بڑے معصوم لہجے میں کہا اور سر جمشید چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا مطلب آپ انہیں جانتے ہیں؟" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی تک تو نہیں جانتا تھا مگر جلد ہی جان لوں گا۔" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"تو کیا مجرم خود سلطان تھا وہ تو کافی عرصے سے یہاں کام کر رہا تھا اور اس کا سابقہ ریکارڈ قطعی بے داغ تھا" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سلطان بیچارہ تو قتل ہو چکا ہے۔ جس وقت آپ سلطان سے ملنے گئے تھے اس وقت مجرم خود سلطان کے روپ میں موجود تھا۔" عمران نے جواب دیا۔ اور سر جمشید کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے سر پر ایٹم بم پھٹ گیا ہو۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" انہوں نے دبے ہوئے لہجے میں کہا۔

اور پھر عمران نے انہیں ربڑ ماسک اور وگ کے متعلق تمام تفصیلات بتلاتے ہوئے کہا۔

"ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مجرموں کو آپ کی لیبارٹری کے متعلق تمام تفصیلات حاصل تھیں۔ اب آپ ایسا کریں کہ اس کا تمام سیکورٹی نظام بدل دیں اور قواعد مزید سخت کر دیں" عمران نے اس بار قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی۔

"اب فارمولے کا کیا بنے گا" سر جمشید نے بھی کرسی سے اٹھتے ہوئے قدرے کمزور لہجے میں کہا۔

"یہ فارمولا تو میں ہر قیمت پر واپس لے آؤں گا۔ کیونکہ ان سے غلطی ہوئی ہے کہ انہوں نے میرے ملک کے مفاد کے خلاف کام کیا ہے۔ اور کم از کم اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا۔

"گڈ بائی"

عمران نے سپاٹ لہجے میں کہا اور پھر وہ مڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا ان کی کار سر جمشید کے پاس پہلے ہی پہنچ چکی تھی اس لئے چند لمحوں بعد وہ دونوں کار میں بیٹھے لیبارٹری کی حدود سے باہر نکل آئے عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی کے آثار طاری تھے۔

دروازہ ٹوٹتے ہی وہ دونوں بے اختیار اچھل کر سائیڈ کی دیواروں سے لگ گئے۔ ان دونوں کے ہاتھ تیزی سے جیبوں میں موجود ریوالور کے دستوں پر جم گئے تھے مگر جس شخص نے دروازہ توڑا تھا وہ اس دروازے کے اوپر ہی گر گیا تھا۔

"دیکھا مجھ میں کتنی طاقت ہے" اس نے سر اٹھا کر لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اور پہلی نظر میں صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ نشے میں دھت ہے۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر آنکھوں ہی آنکھوں میں نکلنے کا فیصلہ کر کے وہ دونوں تیزی سے اسے پھلانگتے ہوئے دروازہ کراس کرنے لگے۔ مگر اس شرابی نے اچانک ڈی۔ون کی ٹانگ پکڑ لی اور ڈی۔ون منہ کے بل سامنے برآمدے کے فرش پر جا گرا۔

"ہا! ہا! مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے" شرابی نے قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔ اسی لمحے دروازہ ٹوٹنے کی آواز سن کر کئی لوگ اوپر چڑھ آئے تھے۔

ڈی۔ون نے جھٹکا دے کر اپنی ٹانگ اس سے چھڑوائی اور پھر کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسرے لوگوں نے اس شرابی کو پکڑا۔ اور پھر سب اس سمیت سیڑھیاں اتر آئے شرابی سنبھل نہیں رہا تھا۔ نیچے اتر کر باقی لوگ تو شرابی کے چکر میں پڑ گئے۔ مگر ڈی۔ون اور ڈی۔ٹو موقع دیکھتے ہی عقبی دروازے سے کھسک گئے۔ عقبی دروازے سے نکل کر انہوں نے انتہائی تیزی سے سڑک کراس کی۔ اور پھر سیدھے زیر تعمیر عمارت کی طرف نکلتے چلے گئے۔ زیر تعمیر عمارت کی آڑ لے کر وہ جلد ہی خاصی دور نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں ٹیکسی مل گئی۔

"الشمس کالونی دوسرا چوک" ڈی۔ون نے ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے ڈرائیور سے کہا۔ اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔

ڈی ون اور ڈی۔ٹو دونوں پچھلی نشست پر خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کی آنکھوں سے اطمینان کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے وہ کوئی بہت بڑی مہم جیت کر آ رہے ہوں۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی ڈرائیور نے چوک پر گاڑی آہستہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"سر چوک آگیا ہے"۔

"بس یہیں روک دو"

ڈی۔ون نے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی روک دی۔ وہ دونوں باہر نکل آئے۔ ڈی۔ون نے ایک نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا اور پھر دونوں اس وقت تک وہیں کھڑے رہے جب تک گاڑی آگے بڑھ کر اگلے چوک پر مڑ نہ گئی۔ ٹیکسی کے جانے کے بعد وہ دونوں آگے بڑھے اور پھر تین چار کوٹھیاں چھوڑ کر وہ ایک کوٹھی کے پھاٹک کے سامنے جا کر رک گئے۔

ڈی۔ ون نے پھاٹک کی سائیڈ میں موجود کال بیل کا بٹن دو بار دبایا۔
اور پھر ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ چند منٹ بعد پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اور وہ
بڑے اطمینان سے اندر داخل ہو گئے۔ اور لان سے گذر کر اصل عمارت میں
داخل ہو گئے ابھی وہ برآمدے میں ہی تھے کہ اندر سے ایک خوبصورت اور
سڈول جسم کی لڑکی باہر نکل آئی۔ وہ انہیں دیکھ کر ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکی۔

"ڈی۔ ون"

اسے ٹھٹھکتا دیکھ کر ڈی۔ ون نے مسکراتے ہوئے کہا اور لڑکی کے چہرے
پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"مشن کا کیا ہوا" لڑکی نے پوچھا۔

"کامیابی" ڈی۔ ٹو نے جواب دیا۔

"ویری گڈ"

لڑکی نے کہا اور پھر وہ تینوں عمارت کے اندر داخل ہو گئے۔ پھر دوسرے
لمحے وہ ایک سجے سجائے کمرے میں جا کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"مجھے تفصیل بتلاؤ ڈی ون مجھے بے حد فکر لگی ہوئی تھی" لڑکی نے صوفے پر
بیٹھتے ہی ڈی۔ ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تفصیل کیا بتلانی ہے۔ ہر کام پہلے سے طے شدہ منصوبے کے تحت ہو گیا
ہے۔ البتہ درمیان میں رخنہ پڑ گیا۔ نتیجے میں دو ایم پی اے خوانخواہ اپنی جانوں
سے ہاتھ دھو بیٹھے بہرحال اتنے بڑے مشن کے سامنے یہ دو آدمی کوئی حقیقت
نہیں رکھتے۔" ڈی۔ ون نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا رخنہ؟ کیا کسی کو پروگرام کا علم ہو گیا تھا" لڑکی نے چونک کر پوچھا۔

نہیں ڈی تھری پروگرام کا تو کسی کو پتہ نہیں چلا۔ بس احتیاطی تدابیر

کے نتیجے میں کچھ لوگ پیچھے لگ گئے تھے" ڈی۔ ون نے کہا اور پھر اس نے
تفصیل سے سب کچھ لڑکی کو بتلا دیا۔

"وہ فارمولا کہاں ہے" ڈی۔ ٹو نے جو اب تک خاموش تھا۔ گفتگو میں
حصہ لیتے ہوئے کہا۔

اور ڈی۔ ون نے سینے کے اندر ہاتھ ڈال کر وہ بیگ باہر نکالا۔ اور پھر
اسے کھول کر اس میں سے کاغذ کی ایک شیٹ نکال کر ان کے سامنے میز پر رکھ
دی۔ سب سے پہلے ڈی۔ تھری نے فارمولا اٹھایا۔ اور اسے غور سے دیکھتی
رہی۔ پھر اس نے اطمینان کی طویل سانس لیتے ہوئے فارمولا ڈی۔ ٹو کی طرف
بڑھا دیا۔ ڈی۔ ٹو نے شیٹ ہاتھ میں پکڑی اور اسے غور سے دیکھتا رہا۔

وہ فارمولے کے مطالعے میں مصروف تھے کہ دروازے کے کی ہول سے
سفید رنگ کی گیس اندر آنا شروع ہو گئی۔ گیس کے بھپکے بڑی تیزی سے
اندر چلے آ رہے تھے۔ اتفاق ایسا تھا کہ ان میں سے دو کی دروازے کی طرف
پشت تھی۔ اور تیسرے کی سائیڈ تھی اس لئے وہ جلد اسے چیک نہ کر سکے۔ پھر
گیس کی موجودگی کا احساس سب سے پہلے ڈی۔ تھری کو ہوا اس نے زور زور سے
سانس لے کر سونگھنے کی کوشش کی۔ دوسرے لمحے دوسرے بھی چونک پڑے
اور پھر ڈی۔ ون نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا اور اچھل کر دروازے کی
طرف بڑھنے لگا۔ مگر گیس خاصی زود اثر تھی ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ لڑکھڑا کر
نیچے گرا۔ اور بے ہوش ہو گیا اس کے فوری بعد لڑکی بھی لڑھک گئی۔ کیونکہ
وہ بے خیالی میں خاصی گیس پھیپھڑوں میں اتار چکی تھی۔ ڈی۔ ٹو نے اپنا سانس
روکنے کی کوشش کی مگر دو تین سیکنڈ سے زیادہ برداشت نہ کر سکا۔ اور
گلے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے وہ پہلے صوفے پر گرا اور پھر لڑھک کر نیچے

فرش پر جاگرا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا فارمولے کا کاغذ اڑتا ہوا صوفے کے
قریب فرش پر گر گیا۔

اب کی ہول سے گیس آنا بند ہوگئی تھی۔ چند لمحوں بعد کسی نے کی ہول
سے آنکھ لگائی اور دوسرے لمحے دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا۔ باہر تین غیر ملکی
ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے کھڑے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی وہ ایک طرف
ہٹ گئے اور گیس تیزی سے باہر نکلنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک
تیزی سے آگے بڑھا اور کمرے کے اندر داخل ہوگیا۔ فرش پر پڑا ہوا کاغذ
جیسے ہی اس کی نظروں پر چڑھا اس نے لپک کر اسے اٹھا لیا۔ ایک اچٹتی ہوئی
نظر اس پر ڈالی۔ اور پھر تیزی سے واپس مڑ گیا۔

"کام ہوگیا"

باہر کھڑے دو غیر ملکیوں نے بیک وقت پوچھا۔

"ہاں ہم عین موقع پر پہنچے ہیں۔ اب یہاں سے نکلنے کی کرو" پہلے نے
جواب دیا۔

اور پھر وہ تینوں تیزی سے عمارت کے بیرونی حصے کی طرف بڑھتے چلے
گئے ان کے چہرے مسرت سے جگمگا رہے تھے۔

لیبارٹری کی حدود سے نکلتے ہی عمران نے کار کی سپیڈ خاصی بڑھا
دی اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی اور وہ قدرے پریشان
بھی محسوس ہو رہا تھا۔

"کیا بات ہے عمران صاحب۔ آج آپ کچھ غیر معمولی طور پر سنجیدہ ہیں"
کیپٹن شکیل سے نہ رہا گیا تو اس نے پوچھ ہی لیا۔

"سنجیدگی کی بات ہی ہے مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ لوگ فارمولا بھی
لے اڑے ہیں ورنہ میں ٹھیکیدار بلڈنگ سے ہی ان کے پیچھے لگ جاتا
خوامخواہ لیبارٹری جانے میں وقت ضائع کیا۔ مجھے خطرہ یہ ہے کہ انہوں نے
فارمولے کو جاتے ہی ضائع کر دینا ہے"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

ضائع کر دینا ہے۔ کیا مطلب۔ کیا وہ بے وقوف ہیں۔ آخر انہوں
نے اتنا بڑا رسک صرف فارمولا ضائع کرنے کے لئے تو نہیں اٹھایا۔
کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

کیپٹن شکیل تم بعض اوقات ایسی بچگانہ بات کرتے ہو کہ جی چاہتا ہے

تمہیں نرسری کلاس میں بٹھا آؤں کیا جب میں سر جمشید سے باتیں کر
رہا تھا اس وقت تم سو رہے تھے میں ان کا مشن کسی حد تک سمجھ گیا ہوں۔
وہ لوگ تخریبی ہتھیاروں کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے انہوں نے
فارمولا ضائع کر دینا ہے۔ یہی ان کا مشن ہے" عمران نے طنزیہ لہجے میں
جواب دیا۔

اب بھلا کیپٹن شکیل کیا کہتا خاموش ہو رہا۔ عمران مختلف سڑکوں پر
کار دوڑاتا ہوا جلد ہی الشمس کالونی میں داخل ہو گیا۔ اس نے کار کی رفتار قدرے
آہستہ کی اور پھر کوٹھیوں کے نمبر پڑھنے شروع کر دیئے۔ پھر جیسے ہی کوٹھی
نمبر ۱۰۲ پر اس کی نظریں پڑیں۔ اس نے کار کو ایک سائیڈ میں لگا دیا اور کیپٹن
شکیل کو نیچے اترنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی نیچے اتر آیا۔

"یہی ہماری مطلوبہ کوٹھی ہے میرا خیال ہے تم یہیں ٹھہر کر اس کی نگرانی
کرو اگر کوئی باہر نکلے تو بے شک کار سے جانا اور اس کا احتیاط سے تعاقب
کرنا میں پشت کی طرف سے کوٹھی کے اندر داخل ہوتا ہوں۔ عمران نے
کیپٹن شکیل کو ہدایت کی اور پھر تیزی سے سائیڈ کی گلی سے ہوتا ہوا کوٹھی کی
پشت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کیپٹن شکیل ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے کار بیک کر کے
ایک درخت کے پیچھے کھڑی کر دی اور ڈیش بورڈ پر موجود اخبار اٹھا کر
سامنے کر لیا۔ مگر اخبار کی آڑ سے اس کی نظریں کوٹھی کے پھاٹک پر جمی ہوئی
تھیں۔

ادھر عمران تیزی سے چلتا ہوا کوٹھی کی پشت پر آ گیا۔ اس طرف کی
دیوار اتنی اونچی تھی کہ اسے پھلانگنے کے لئے اسے کسی سہارے کی ضرورت

پڑتی اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اچھل کر دیوار کا کنارا دونوں ہاتھوں سے پکڑ
لیا پھر جیسے ہی وہ بازوؤں کے بل اچھل کر دیوار پر چڑھنے لگا اچانک زوردار دھکا
لگا وہ اچھل کر نیچے سڑک پر آ رہا ایک آدمی بھی اس کے عین اوپر آ گرا تھا۔

نیچے گرتے ہی عمران تیزی سے کروٹ بدل کر سیدھا ہونے لگا مگر اسی لمحے
ایک اور آدمی دیوار سے چھلانگ لگا کر اس کے اوپر آ گرا اور عمران ایک بار پھر
زمین پر گر گیا پھر اس سے پہلے کہ عمران سنبھلتا پہلے والا آدمی اٹھ کر اس سے لپٹ
گیا اتنی دیر میں دیوار پر سے تیسرے آدمی نے بھی چھلانگ لگا دی۔

جیسے ہی پہلے آدمی نے عمران کو بازوؤں میں کسنے کی کوشش کی عمران نے
بڑی پھرتی سے دونوں کہنیاں اس کی پسلیوں میں رسید کر دیں اور وہ شخص ذبح
ہوتے ہوئے بکرے کی طرح چیختا ہوا ایک طرف گر گیا عمران نے پھرتی سے اٹھنے
کی کوشش کی مگر اچانک اس کے سر پر مشین گن کا بٹ پوری قوت سے پڑا۔
اور عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کی کھوپڑی تڑخ کر کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی
ہو۔ ابھی وہ لڑکھڑا ہی رہا تھا کہ دوسری ضرب پڑی اور نتیجے میں عمران بے ہوش
ہو کر فرش پر گر پڑا۔

"چلو جلدی کرو نکل چلو اس کا کوئی اور ساتھی نہ آ جائے"۔ تیسرے نمبر پر کودنے
والے آدمی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اور پھر وہ تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے گلی مڑ کر سامنے سڑک کی طرف جانے لگے۔
جس کی پسلیوں پر عمران نے کراٹے کا وار کیا تھا وہ ابھی تک لڑکھڑا کر چل رہا تھا
اس کی چال سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے چلنے میں خاصی تکلیف کا سامنا
کرنا پڑ رہا ہو۔ بہرحال کسی نہ کسی طرح وہ اپنے ساتھیوں کا ساتھ دیئے چلا جا رہا تھا۔
جب وہ گلی کراس کر کے سڑک پر پہنچے تو انہوں نے ایک لمحے کے لئے

ادھر ادھر دیکھا اور پھر تیزی سے آگے چلتے گئے تقریباً دو کوٹھیاں چھوڑ کر ایک درخت کے نیچے ایک سیاہ رنگ کی کار موجود تھی وہ تینوں سیدھے اس کار کے پاس پہنچے اور پھر پھرتی سے وہ کار میں بیٹھ گئے دوسرے لمحے کار جھٹکا کھا کر آگے بڑھ گئی۔

کیپٹن شکیل نے سڑک پر آتے ہی انہیں چیک کر لیا تھا مگر وہ ابھی شش و پنج میں تھا کہ آیا یہ تینوں مشکوک ہیں یا نہیں۔ اس لئے وہ بڑے اطمینان سے انکو جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پچھلے آدمی کی لڑکھڑاہٹ اور پھر ان کی بغلوں میں موجود مشین گنوں کا ابھار اس کی دور بین نظروں سے چھپا نہ رہ سکا۔ اور وہ مکمل طور پر ان کی طرف سے مشکوک ہو گیا۔ پھر جیسے ہی ان کی کار آگے بڑھی کیپٹن شکیل نے کار سٹارٹ کی اور پھر پوری رفتار سے اسے دوڑاتے ہوئے اس گلی کے اندر داخل ہو گیا جدھر سے وہ آئے تھے۔ اور جدھر سے عمران گیا تھا وہ ایک نظر کوٹھی کی پشت کو چیک کر لینا چاہتا تھا۔ اس کی چھٹی حس بتلا رہی تھی کہ ان کا ٹکراؤ عمران سے ہوا ہے یا عمران کو دھوکہ دے کر نکل آئے ہیں یا پھر عمران کوٹھی کے اندر داخل ہوا ہے اور یہ سائیڈ کی دیوار سے نکل آئے ہیں۔ بہرحال وہ اپنا شک دور کر لینا چاہتا تھا۔ کار کے متعلق اسے مکمل طور پر یقین تھا کہ کار کو وہ دوبارہ چیک کر لے گا کیونکہ یہ سڑک کافی دور تک سیدھی چلی جاتی تھی اور کار اتنی بڑی تھی کہ کسی گلی میں داخل نہیں ہو سکتی تھی۔

پھر جیسے ہی اس کی کار کوٹھی کی عقبی طرف آئی وہ چونک پڑا کیونکہ سامنے ہی دیوار کے قریب اسے عمران سڑک پر بے ہوش پڑا نظر آگیا۔ اس نے تیزی سے کار عمران کے قریب جا کر روکی۔ اور پھر اچھل کر نیچے اتر آیا بڑی پھرتی سے اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور سڑک پر بے ہوش پڑے عمران کو اٹھا کر

پچھلی نشست پر لٹا کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ اور ایک بار پھر سیٹرنگ پر آکر بیٹھ گیا۔ کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ دو تین کوٹھیاں چھوڑ کر جیسے ہی ایک سائیڈ کی گلی آئی وہ کار اس گلی میں موڑ کر سڑک پر لے آیا! اور پھر اس نے خاصی رفتار سے کار کو اس طرف دوڑانا شروع کر دیا جدھر وہ سیاہ کار گئی تھی۔

تقریباً دس منٹ بعد کار اسے نظر آگئی اور اس نے ایک مناسب فاصلہ دے کر اس کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ سڑک بالکل خالی تھی اس سیاہ کار کے علاوہ صرف کیپٹن شکیل کی کار موجود تھی اس لئے خطرہ تھا کہ سیاہ کار والے اسے چیک نہ کر لیں۔ مگر رسک لئے بغیر چارہ ہی نہیں تھا۔ اس لئے وہ خاموش بیٹھا تعاقب کرتا رہا پچھلی نشست پر عمران بدستور بے ہوش پڑا تھا اس کے سر سے ابھرے دو گومڑ اسے بیک مرر میں صاف نظر آرہے تھے گومڑ دیکھ کر ہی اسے احساس ہو گیا تھا کہ عمران کے سر پر شدید ضرب لگائی گئی ہے اس لئے عمران کا جلد ہوش میں آجانا ممکن نہیں۔

اچانک اسے ہاتھ میں بندھی ریسٹ واچ ٹرانسمیٹر کا خیال آگیا۔ اور وہ خوشی سے اچھل پڑا۔ ٹرانسمیٹر ریسٹ واچ تو اس کے ذہن سے اتر ہی گئی تھی۔ اس نے پھرتی سے اس کا ونڈہ بٹن کھینچا اور ایک ہاتھ سے جولیا کی فریکوئنسی سیٹ کر کے اس نے جولیا کو کال کرنا شروع کر دیا۔

"ہیلو جولیا۔ شکیل سپیکنگ اوور" رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کہا۔

"یس جولیا سپیکنگ اوور" دوسری طرف سے جولیا کی آواز ابھری۔

"مس جولیا میں الشمس کالونی کے آخری چوک سے مجرموں کا تعاقب کر رہا ہوں وہ سیاہ رنگ کی کار میں ہیں! انہوں نے عمران کو بے ہوش کر دیا ہے اور

عمران میری کار میں موجود ہے مجھے خطرہ ہے کہ مجرم مجھے چیک کر لیں گے اس لئے کسی ممبر کو فوراً بھیجو اوور"۔ کیپٹن شکیل نے مختصر طور پر حالات بتلاتے ہوئے کہا۔

"اپنی صحیح پوزیشن اور آئندہ کا رخ بتلاؤ اوور"۔ جولیا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ایک لمحہ ٹھہرو وہ چوک کے قریب پہنچنے والے ہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ کدھر کا رخ کرتے ہیں"۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔ اس کی نظریں سیاہ کار پر جمی ہوئی تھیں۔ سیاہ رنگ کی کار چوک پر پہنچ کر دائیں طرف فیکٹری ایریا کی طرف جانے والی سڑک پر جیسے ہی مڑی کیپٹن شکیل نے جولیا کو اطلاع دے دی۔

"ٹھیک ہے تم اس کا تعاقب کرتے رہو۔ میں صفدر اور تنویر کو بھیج رہی ہوں اوور اینڈ آل"۔ جولیا نے کہا اور رابطہ ختم ہو گیا۔

اب کیپٹن شکیل کو قدرے تسلی ہو گئی چنانچہ اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ اور پھر اطمینان سے کار چلانی شروع کر دی۔

پھر اچانک وہ چونک پڑا۔ کیونکہ سیاہ رنگ کی کار سڑک کی ایک سائیڈ پر موجود ویران سی عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔

کیپٹن شکیل سنبھل کر بیٹھ گیا۔ کیوں کہ اسے خطرہ تھا کہ ملزم کہیں کوئی چال نہ چل رہے ہوں۔ آہستہ آہستہ اس کی کار عمارت کے قریب پہنچتی چلی گئی مگر اس کی کار ابھی عمارت سے تقریباً دو سو گز دور ہو گی کہ اچانک فضا میں تڑتڑاہٹ کی آوازیں گونجیں اور کیپٹن شکیل نے بے اختیار اپنا سر نیچے کر لیا۔ سائیں سائیں سے کئی گولیاں کھڑکی کے شیشے توڑتی ہوئی دوسری طرف

نکل گئیں اس کے ساتھ ہی دو زبردست دھماکے ہوئے اور کار لڑکھڑانے لگی کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ اس پر مشین گن سے فائرنگ کی گئی ہے کار لڑکھڑاتی ہوئی ادھر ہی مڑ گئی جدھر وہ عمارت تھی اور پھر ایک دھماکے سے عمارت کے کمپاؤنڈ وال سے ٹکرا کر رک گئی۔

کیپٹن شکیل نے فوراً ہی اپنے جسم کو سٹیرنگ پر ڈال دیا۔ اور آنکھیں بند کر لیں وہ اپنے آپ کو بے ہوش پوز کرنا چاہتا تھا کہ اگر وہ کار سے باہر نکلا یا مجرموں کو شک پڑ گیا تو کہیں وہ مشین گن کا نشانہ نہ بن جائے۔

کار رکتے ہی گیٹ سے دو آدمی بڑی تیزی سے باہر نکلے ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں موجود تھیں۔ وہ سیدھے کار کے قریب آئے انہوں نے ایک نظر کیپٹن شکیل پر اور پچھلی سیٹ پر پڑے ہوئے عمران پر ڈالی جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ دونوں بے ہوش ہیں تو انہوں نے مڑ کر عمارت کی طرف اشارہ کیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ سیاہ کار گیٹ سے باہر نکل آئی اور وہ دونوں اس میں سوار ہو گئے ان کے سوار ہوتے ہی کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

ان کے تھوڑی دور جاتے ہی کیپٹن شکیل سیدھا ہوا ابھی وہ اپنے آئندہ اقدام کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ اسے پشت سے عمران کی آواز سنائی دی۔

"پنچھی اڑ گئے کیپٹن صاحب اب کیا سوچ رہے ہو"

اور کیپٹن شکیل نے جھٹکے سے سر موڑ کر دیکھا تو عمران سیٹ پر سیدھا ہوا بیٹھا تھا۔ شاید کار ٹکرانے سے جو دھکا لگا تھا اس سے وہ ہوش میں آ گیا تھا۔

"مقدر تھا عمران صاحب کہ ہم بچ گئے ورنہ انہوں نے اپنی طرف سے کسر نہیں چھوڑی تھی"۔ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”بے وقوف تھے دوست اگر ان کی جگہ میں ہوتا تو تمہاری نبض پر ہاتھ رکھ کر ایک دفعہ ضرور دیکھتا۔ عمران نے ہنستے ہوئے کہا۔

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ کیپٹن شکیل چونک پڑا۔ کیونکہ اسے بیک مرر میں دور صفدر کی کار پوری تیز رفتاری سے آتی نظر آئی۔

”صفدر آرہا ہے،، کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ویری گڈ اس کا مطلب ہے تمہیں اپنی رلیسٹ واچ استعمال کرنے کا خیال آگیا تھا،، عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اور پھر دونوں دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ چند لمحوں بعد صفدر نے کار ان کے قریب آکر روک دی۔ صفدر کے ساتھ تنویر بھی موجود تھا۔

”کہاں ہیں وہ،، صفدر نے پوچھا۔

”سیدھے چلو،،

عمران نے پچھلی نشست پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ کیپٹن شکیل بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا اور صفدر نے کار آگے بڑھا دی۔

”معاملہ کیا ہے ہمیں تو پتہ چلے۔ کونسا کیس ہے،، صفدر نے پوچھا۔

”ڈلیوری کیس ہے لیڈی ڈاکٹر نے مجبوری ظاہر کر دی کہ بچہ بے حد شریر ہے باہر آنے سے انکار کر رہا ہے،، عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ اور تنویر حسب توقع بھڑک اٹھا۔

”شٹ اپ اخلاق سے گرا ہوا مذاق میں برداشت نہیں کر سکتا،،

”اگر تمہیں اتنی ہی تکلیف ہو رہی ہے تو مذاق کو اٹھا کر اخلاق پر رکھ دو۔ اس میں برا منانے یا ناراض ہونے کی کیا بات ہے“ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”میں کہتا ہوں خاموش ہو جاؤ ورنہ آج میرے ہاتھوں پٹ جاؤ گے۔ پہلے ہی تمہارے سر پہ دو گومڑ موجود ہیں تیسرے کا بھی اضافہ ہو جائے گا۔ تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”چلو یہ تو اچھا ہوا۔ اس طرح کم از کم شناختی کارڈ پر شناختی نشان لکھوانے میں آسانی ہو گی“ عمران نے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ تنویر کوئی جواب دیتا صفدر بول پڑا

”کار تو کہیں نظر نہیں آرہی ذرا آگے چل کر تو سڑک ختم ہو جائے گی،،

”سڑک ختم ہو جائے گی تو کیا ہوا نہ میں تو ختم نہیں ہو گی۔ چلے چلو جہاں تک جا سکو،، عمران صفدر پر الٹ پڑا۔

اب بھلا صفدر کیا جواب دیتا۔ خاموش ہو رہا۔ مگر ابھی کار زیادہ سے زیادہ پانچ چھ سو گز دور گئی ہو گی کہ عمران نے صفدر کو کار روکنے کے لئے کہا صفدر نے کار روک دی اور عمران نیچے اتر آیا۔ اس نے سڑک کے کنارے ایک لمحے کے لئے جھک کر دیکھا اور پھر ان سب کو نیچے اترنے کے لئے کہا۔

”یہ سڑک تو شیشہ فیکٹری کو جاتی ہے،، کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں یہی ہماری مطلوبہ جگہ ہے کار ادھر ہی گئی ہے،، عمران نے کہا اور پھر سب کار سے باہر نکل آئے۔

”صفدر کار کنارے پر کھڑی کر دو اور ہمارے پیچھے چلے آؤ،،

عمران نے صفدر سے کہا اور پھر تنویر سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

”تنویر تمہارے ہاتھ میں واچ ٹرانسمیٹر ہے یہ مجھے دے دو“

عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔ اس لئے تنویر نے خاموشی سے گھڑی اتار کر اس کے ہاتھ میں پکڑا دی۔ عمران نے گھڑی کلائی پر باندھتے ہوئے کیپٹن شکیل سے کہا

"میں اندر جاؤں گا اور جیسے ہی میری طرف سے کاشن ملے تم نے فیکٹری پر دھاوا بول دینا ہے آج اتوار ہے اور فیکٹری بند ہوگی اس لئے زیادہ مزاحمت نہیں ہوگی۔ اسلحہ کار میں موجود ہوگا۔ سب کو مسلح ہونا چاہیئے۔"

کیپٹن شکیل کو ہدایت دیتے ہوئے عمران تیزی سے شیشہ فیکٹری کی طرف مڑ گیا۔ اور وہ لوگ کار میں سے اسلحہ نکالنے کار کی طرف مڑ گئے۔

سب سے پہلے ڈی۔ ون کو ہوش آیا۔ ہوش آتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ڈی ٹو اور ڈی تھری کو بھی ہوشیار کر دیا۔

"یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ڈی۔ ون۔ یہ حملہ آور کون تھے۔" ڈی۔ ٹو نے ہوش میں آتے ہی کہا۔

"معلوم نہیں۔ بہر حال وہ فارمولا لے گئے ہیں اور ہماری اب تک کی تمام محنت ضائع ہو گئی ہے۔ ہمیں ہر حال میں فوری طور پر وہ فارمولا واپس لینا ہے۔" ڈی۔ ون نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

اور پھر ڈی تھری سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ڈی تھری لیباٹری میں جاؤ اور چیک کرو اگر فوٹو پوائنٹس نے ان کے فوٹو

لئے ہوں۔ تو فوراً انہیں تیار کر کے لے آؤ۔ تاکہ صحیح اندازہ ہو سکے کہ حملہ آور کون ہیں۔" اور ڈی۔ تھری اثبات میں سر ہلاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"اس کا مطلب ہے معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا۔" ڈی۔ ٹو نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"معاملے اتنی جلدی ختم نہیں ہوا کرتے بہر حال مجھ سے غلطی ہوئی۔ ہم اطمینان سے مارے گئے اگر میں آتے ساتھ ہی فارمولے کو جلا دیتا تو تمام معاملہ ہی ختم ہو جاتا۔" ڈی۔ ون نے کہا۔

ڈی۔ ٹو خاموش رہا۔ کافی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی اور پھر ڈی تھری بھاگتی ہوئی اندر آئی اس نے تین فوٹو کاپیاں ڈی۔ ون کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا۔

"تین آدمیوں کے فوٹو ہیں۔"

ڈی۔ ون نے غور سے ان فوٹوؤں کو دیکھنا شروع کر دیا تینوں کی شکلیں صاف نظر آ رہی تھیں وہ تینوں غیر ملکی تھے۔ ڈی۔ ٹو بھی غور سے ان فوٹوؤں کو دیکھ رہا تھا اچانک وہ چونک پڑا۔

"ڈی۔ ون یہ آدمی امپیریل گلاس فیکٹری سے تعلق رکھتے ہیں" ڈی۔ ٹو نے پراسرار لہجے میں کہا۔

اور اس کی بات پر ڈی۔ ون اور ڈی۔ تھری دونوں چونک کر حیرت بھری نظروں سے ڈی۔ ٹو کو دیکھنے لگے۔

"آپ نے دیکھا نہیں انہوں نے جو لباس پہنا ہوا ہے ان پر امپیریل کا مخصوص نشان بنا ہوا ہے اور لباس پر آپ کو یہ چھوٹے چھوٹے نشان نظر آ رہے ہیں یہ شیشے کے ذرات کا رفلیکشن ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ لباس امپیریل کے

گلاس فیکٹری کے مزدوروں کا ہے" ڈی۔ٹو نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ آئیڈیا۔ ڈی۔ٹو مجھے تمہاری ذہانت پر ناز ہے۔" ڈی۔ون نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"اب کیا پروگرام ہے"

ڈی تھری نے پوچھا۔

"چلو امپیریل گلاس فیکٹری چلتے ہیں۔ آج اتوار ہے۔ فیکٹری تو بند ہوگی مگر مجرم یقیناً وہاں موجود ہوں گے۔ اگر ہم نے فوری چھاپہ مارا تو فارمولا ملنے کی امید ہے ورنہ نہیں"

ڈی۔ون نے کہا۔

"ہمیں نئے میک اپ کر لینے چاہئیں"

ڈی تھری نے تجویز پیش کی۔

"ہاں نئے میک اپ کر لو" اور سب کو مسلح ہونا چاہیئے اور یہ دیکھ لو کہ ہم نے ہر قیمت پر وہ فارمولا حاصل کرنا ہے چاہے ہمیں اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے" ڈی۔ون نے انہیں ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ نئے میک اپ میں کار میں بیٹھ کر باہر نکل گئے۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک میز کے پیچھے بھاری جبڑوں والا ایک غیر ملکی بیٹھا ہوا تھا اس کی آنکھوں میں چیتے کی سی چمک تھی چہرے پر زخموں کے اتنے نشان تھے کہ ان کی تعداد گننا آسمان سے ستارے شمار کرنے کے برابر تھا میز کی دوسری طرف چار خالی کرسیاں پڑی تھیں۔

بھاری جبڑوں والے غیر ملکی کی نظریں دیوار پر لگی ہوئی روشن سکرین پر جمی ہوئی تھیں سکرین پر سیاہ رنگ کی ایک کار دوڑاتی ہوئی صاف نظر آ رہی تھی اور اس سے تھوڑی دور ہی گہرے سرخ رنگ کی سپورٹس کار بھی اس کی نظروں میں تھی۔ کالونی کے آخری چوک سے جب سیاہ رنگ کی کار فیکٹری ایریا کی طرف مڑی اور اس سے تھوڑی دیر بعد جب وہ سپورٹس کار بھی ادھر ہی مڑ گئی تو غیر ملکی کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ رینگنے لگی۔ وہ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے میز پر رکھا ہوا سیاہ رنگ کے مائیکرو فون کا بٹن آن کر دیا۔

اور اپنی بھاری بھرکم آواز میں کہنے لگا۔

"ہیلو ممبرز! بلیک ڈاگ سپیکنگ اوور"

"یس باس مارون سپیکنگ دس اینڈ اوور" دوسری طرف سے مودبانہ آواز سنائی دی۔

"مارون تمہارا تعاقب ہو رہا ہے سرخ رنگ کی سپورٹس کار شروع سے تمہارے پیچھے ہے اوور" بلیک ڈاگ نے سخت لہجے میں کہا۔

"یس سر میں نے بھی ابھی ابھی اسے چیک کیا ہے صرف آپ کی طرف سے کنفرمیشن کا انتظار تھا اوور" دوسری طرف سے جواب ملا۔

"تو سنو راستے میں ایک ویران عمارت آتی ہے کار اس کے اندر لے جانا اور خود اس کی چھوٹی دیوار سے پچھلی کار پر فائر کھول دینا اوور" بلیک ڈاگ نے انہیں ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر سر اوور" مارون نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل"

بلیک ڈاگ نے کہا اور پھر بٹن آف کر دیا اب پھر اس کی نظریں سکرین پر جم گئیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ سیاہ رنگ کی کار ایک عمارت کے اندر چلی گئی اور پھر جیسے ہی سپورٹس کار عمارت کے قریب آئی عمارت کی دیوار سے اس پر فائرنگ شروع ہو گئی اور پھر اس نے کار کو لڑکھڑا کر عمارت کی دیوار سے ٹکراتے ہوئے دیکھا کار کا اگلا حصہ بری طرح تباہ ہو گیا تھا۔

عمارت سے دو آدمی باہر نکلے انہوں نے کار کے اندر جھانکا اور پھر عمارت کی طرف مڑ گئے سیاہ رنگ کی کار عمارت سے نکلی وہ دونوں اس میں سوار ہوئے اور کار تیزی سے آگے بڑھ گئی تھوڑی دیر تک تو پچھلی کار نظر آتی رہی اور پھر وہ سکرین سے غائب ہو گئی کیونکہ کار میں موجود ٹرن آئی کی رینج صرف

پانچ سو گز تک تھی۔

سیاہ رنگ کی کار جب شیشہ فیکٹری کی بائی روڈ پر پہنچی تو بلیک ڈاگ نے میز کے کنارے پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔ اس کے ساتھ ہی دیوار پر لگی ہوئی سکرین تاریک ہو گئی

بلیک ڈاگ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

ابھی اسے بیٹھے ہوئے چند ہی لمحے ہوئے تھے کہ اچانک کمرے میں تیز سیٹی کی آواز گونجنے لگی بلیک ڈاگ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ اس نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا۔ اور اس میں سے راڈ کھینچ کر اوپر کی اور ایک بٹن دبا دیا۔ سیٹی کی آواز پر ایک مردانہ آواز غالب آ گئی۔

"ہیلو! ہیلو، رابندر سپیکنگ۔ اوور"

"یس بلیک ڈاگ سپیکنگ اوور" بلیک ڈاگ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"بلیک ڈاگ مشن کا کیا بنا کافی دن ہو گئے ہیں تمہاری طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ملی اوور" دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

"ہم کامیاب ہو گئے ہیں فارمولا تھوڑی دیر بعد مجھ تک پہنچنے والا ہے اوور" بلیک ڈاگ نے پرمسرت لہجے میں جواب دیا۔

"ویری گڈ! جیسے ہی فارمولا ملے فوراً تم واپس آنے کی کرنا۔ کہیں گڑبڑ نہ ہو جائے اوور" رابندر نے کہا۔

"میری موجودگی میں گڑبڑ کا امکان باقی نہیں رہتا۔ بلیک ڈاگ واردات ہی اس طرح کرتا ہے کہ گڑبڑ ہو ہی نہیں سکتی اوور" بلیک ڈاگ نے فخریہ لہجے میں کہا۔

”تمہاری بات ٹھیک ہے بلیک ڈاگ۔ مگر تم پہلی بار اس ملک میں کسی مشن پر گئے ہو۔ دراصل اس ملک کی سیکرٹ سروس اور خاص طور پر ایک آدمی عمران اتنا خطرناک ہے کہ اچھے اچھے مجرم اس کا نام آتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں اوور“۔ رابندر نے اسے بتلاتے ہوئے کہا۔

”مجھے تم نے پہلے ہی بتلایا تھا مگر میں نے یہاں آکر چکر ہی ایسا چلایا ہے کہ سیکرٹ سروس کو اس واردات کا ابھی تک علم ہی نہیں ہے۔ ظاہر ہے پھر گڑبڑ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اوور“۔ بلیک ڈاگ نے جواب دیا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی بڑی واردات ہو جائے اور سیکرٹ سروس کو علم نہ ہو سکے۔ ایسا ناممکن ہے اوور“۔ رابندر نے حیرت سے پُر لہجے میں کہا۔

”ہاں بس اس دفعہ اتفاق ہی ہو گیا ہے مختصر طور پر اتنا سن لو کہ جب میں یہاں آیا تو پہلے ہی دن میں نے ایک ہوٹل کے کیبن میں دو آدمیوں اور ایک لڑکی کی باتیں سن لیں وہ اس فارمولے کو اڑانے کے چکر میں تھے انہوں نے اس کے لئے جو پروگرام بنایا تھا وہ بے حد اچھا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہ ضرور اس پروگرام میں کامیاب ہو جائیں گے چنانچہ میں نے خود کارروائی کرنے کی بجائے ان کی نگرانی شروع کر دی آج وہ جیسے ہی فارمولا حاصل کر کے اپنی رہائش گاہ پر آئے تو میرے تین آدمیوں نے انہیں گیس سے بے ہوش کر کے فارمولا ان سے حاصل کر لیا۔ میرے آدمی فارمولا سمیت میرے پاس پہنچنے ہی والے ہیں۔ اوور“۔ بلیک ڈاگ نے اسے تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے اس کا مطلب ہے تم مقدر کے دھنی ہو جو اتنے آرام سے فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بہرحال پھر بھی خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تم خوش فہمی میں رہو اور عین موقع پر گڑبڑ ہو جائے اوور“۔ رابندر نے جواب دیا۔

”تم بے فکر رہو فارمولا کل تمہارے پاس پہنچ جائے گا اوور“۔ بلیک ڈاگ نے اعتماد سے پُر لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے میں منتظر رہوں گا۔ اوور اینڈ آل“۔

رابندر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

بلیک ڈاگ نے بٹن بند کر کے راڈ تہہ کی اور ڈبہ دراز میں رکھ کر دراز بند کر دی ابھی دراز بند کئے چند لمحے ہی گذرے ہوں گے کہ دروازے کے اوپر لگا ہوا بلب جلنے بجھنے لگا۔

بلیک ڈاگ نے میز کی سائیڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا۔ اور بلب بجھ گیا۔ اس کے ساتھ دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا دروازہ کھلتے ہی دو غیر ملکی اندر آگئے۔ ان کے اندر آتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

دونوں نے اندر آتے ہی سر جھکا کر بلیک ڈاگ کو سلام کیا۔ اور پھر مودبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔

”فارمولا کہاں ہے“۔ بلیک ڈاگ نے سخت لہجے میں پوچھا

ان میں سے ایک نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ایک کاغذ نکال کر بلیک ڈاگ کے سامنے رکھ دیا۔

بلیک ڈاگ چند لمحوں تک بغور کاغذ کو دیکھتا رہا پھر اس نے کچھ سوچتے ہوئے میز کے کنارے پر لگے ہوئے مختلف بٹنوں میں سے ایک بٹن دبایا اور میز کی سطح کا ایک ٹکڑا ڈھکن کی طرح اوپر اٹھ گیا۔ اندر انٹرکام موجود تھا۔ بلیک ڈاگ نے انٹرکام کا بٹن دبایا اور پھر کہنے لگا۔

”سوشیل کو میرے پاس بھیج دو“۔

یہ کہہ کر اس نے بٹن آف کر دیا۔ اور پھر ڈھکن جھٹکے سے بند کر دیا۔

چند لمحوں بعد دروازے پر موجود بلب ایک بار پھر جلنے بجھنے لگا۔ بلیک ڈاگ نے بٹن دبا دیا۔ دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا اور ایک ادھیڑ عمر شخص اندر داخل ہوا اس کے اندر آتے ہی دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔

"سوشیل یہ فارمولا ہے اسے چیک کر لو کہ آیا یہ وہی فارمولا ہے یا نہیں"۔ بلیک ڈاگ نے اسے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر کاغذ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ فارمولے کا نام سن کر سوشیل کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے کاغذ ہاتھ میں پکڑا اور کرسی پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔

ابھی اس نے فارمولے کی پہلی سطر پر ہی نظریں دوڑائی تھیں کہ اچانک دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور دوسرے لمحے کمرہ مشین گن کے دھماکوں سے گونج اٹھا۔

عمران تیز تیز قدم اٹھاتا گلاس فیکٹری کی طرف بڑھتا چلا گیا گلاس فیکٹری کی وسیع و عریض عمارت تھوڑی دیر بعد ہی شروع ہو جاتی تھی۔ اس کا مین گیٹ بند تھا اور اتوار ہونے کی وجہ سے چونکہ فیکٹری بند تھی اس لئے فیکٹری پر مکمل سکوت طاری تھا۔ عمران فیکٹری کی دیوار سے ہوتا ہوا شمالی طرف بڑھتا چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ فیکٹری کے اس حصہ کی طرف پہنچ گیا جدھر فیکٹری

کے دفاتر تھے اسے یقین تھا کہ مجرم انہی دفاتر میں سے کسی کمرے پر قبضہ جمائے ہوئے ہوں گے فیکٹری کی دیوار خاصی بلند تھی اور اس پر شیشے کے ٹکڑے لگے ہوئے تھے عمران نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر آگے بڑھتا چلا گیا تھوڑی دور جانے کے بعد وہ رک گیا یہاں دیوار کی جڑ کے ساتھ گلاس فیکٹری کے اندر سے آنے والے گندے پانی کا حوض موجود تھا۔ جہاں سے پانی کراس کرتا تھا وہاں لوہے کی سلاخیں دیوار میں جڑی ہوئی تھیں عمران حوض میں اتر گیا اور اس نے سلاخوں پر زور لگانا شروع کر دیا۔ مگر سلاخیں بڑی مضبوطی سے جڑی ہوئی تھیں۔

عمران سیدھا ہوا اور پھر اس نے ریسٹ واچ کا ونڈ بٹن کھینچا اور رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ہیلو شکیل میں عمارت کی شمالی طرف ہوں تم سب اس طرف آ جاؤ۔ اور کار میں سے کراسنگ روپ بھی لیتے آنا۔ میرے لئے ایک مشین گن بھی اور تم سب کو بھی مشین گنوں سے مسلح ہونا چاہئے۔ اوور"۔ عمران نے کہا۔

"بہتر جناب ہم ابھی پہنچ رہے ہیں اوور"۔ کیپٹن شکیل کی آواز سنائی دی۔

"اوور اینڈ آل"۔

عمران نے جواب دیا اور بٹن دبا کر رابطہ ختم کر دیا۔

پھر وہ حوض کے کناروں پر ہی پیر جما کر بیٹھ گیا۔ اس طرح وہ دور سے نظر نہ آ سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ کوئی شخص قریب آ کر دیکھتا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے شکیل، صفدر اور تنویر کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ عمران دور ہی سے ان کے چہروں پر ثبت حیرت کے تاثرات بخوبی دیکھ رہا تھا۔ حیرت کی وجہ بھی وہ سمجھ رہا تھا۔ وہ عمران کو غائب پا کر حیران ہو رہے تھے جب وہ قریب آئے تو عمران حوض سے نکل آیا۔ اور وہ چونک کر آگے بڑھ آئے۔ شکیل کی اپنی مشین گن اس

کی بغل سے لٹکی ہوئی تھی ایک اور مشین گن اس نے ہاتھ میں سنبھال رکھی تھی وہ مشین
گن اس نے عمران کی طرف بڑھادی۔ عمران نے مشین گن بغل میں لٹکالی اور پھر شکیل
سے کراسنگ روپ مانگی۔ شکیل نے بیلٹ کے ساتھ بندھی ہوئی کراسنگ روپ
کا گچھا اس کے ہاتھ میں تھما دیا اس کے ایک سرے پر چھوٹا سا آنکڑہ فٹ تھا اور
اس میں موٹی موٹی گانٹھیں بنی ہوئی تھیں۔ عمران نے اس کا سرا پکڑ کر آنکڑے والا
سرا دیوار کی دوسری طرف اچھال دیا۔ پہلی دفعہ ہی آنکڑے کے تیز بازو دیوار کے
رخنوں میں جم گئے۔ عمران نے اس کو جھٹکا دے کر اس کی مضبوطی کا اندازہ کیا اور پھر
اس نے اپنا کوٹ اتار کر منہ میں تھاما اور اسی کے ذریعے تیزی سے اوپر چڑھتا چلا گیا۔
دیوار کے سرے کے قریب پہنچ کر اس نے ایک ہاتھ سے رسی تھامی اور دوسرے ہاتھ
سے منہ میں لٹکا ہوا کوٹ تھام کر دیوار کے سرے پر موجود شیشوں پر ڈال دیا اور پھر
وہ کوٹ پر چڑھ گیا ایک لمحے کے لئے اس نے دوسری طرف دیکھا اور پھر پیروں کے
بل نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس کے کودنے سے ہلکا سا دھماکہ ہوا اور پھر خاموشی چھا گئی۔
دوسرے لمحے صفدر نے رسی تھامی اور پھر وہ بھی عمران کی پیروی کرتے ہوئے
دوسری طرف پہنچ گیا۔ پھر تنویر دوسری طرف کودا اور سب سے آخر میں کیپٹن شکیل
دیوار پر چڑھا۔ اس نے رسی اٹھا کر اسے مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور آنکڑے کے
بازو دیوار سے علیحدہ ہو گئے۔ اس نے آنکڑے کو باہر کی طرف اچھال دیا۔ اس بار
بیرونی دیوار سے جیسے ہی آنکڑا پھنسا اس نے رسی تھام کر دیوار سے اترنا شروع کر دیا
وہ عمران کا کوٹ بھی اٹھا کر نیچے لیتا آیا۔ نیچے پہنچ کر اس نے کوٹ عمران کے ہاتھ
میں پکڑا دیا۔ خود رسی کو مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر ڈھیلا کرنے لگا چند لمحوں بعد
رسی ڈھیلی ہو گئی اور اس نے جھٹکا دے کر آنکڑے کو اس طرف اچھال دیا۔ پھر
اس نے بڑی پھرتی سے رسی لپیٹی اور اسے اپنی بیلٹ کے ساتھ لٹکا لیا۔

"ادھر تو مکمل خاموشی ہے ہم شاید غلط جگہ پہ آ گئے ہیں" صفدر نے عمران
سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

"اور کیا بھلا عمران کو الہام ہوتا ہے کہ مجرم اس شیشہ فیکٹری میں موجود ہیں
یہ تو ہم پر رعب جمانے کے لئے اچھل کود کر رہا ہے" تنویر نے طنزیہ لہجے
میں منہ بناتے ہوئے کہا۔

اور عمران مسکرا دیا بلکہ کوئی جواب دینے کی بجائے اس نے تیزی سے
آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ وہ تینوں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ ان کا رخ
دفاتر کی طرف تھا جہاں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی پوری فیکٹری میں کہیں کسی
آدم زاد کا سایہ تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ چاروں دیوار کے ساتھ ہوتے ہوئے دفاتر
کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ تمام دفتروں کو تالے لگے ہوئے تھے عمران نے ماسٹر کی
کی مدد سے تمام تالے کھول کر کمروں کو چیک کیا مگر کہیں بھی اسے کوئی ایسے آثار
نظر نہ آئے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ مجرم یہاں موجود ہیں یا موجود رہے ہیں اب
تو عمران کو بھی اپنے اندازے کے متعلق سوچنا پڑ گیا۔ ویسے وہ دل ہی دل میں حیران
بھی تھا کیونکہ اس نے جو اندازہ لگایا تھا اسے غلط نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ جب دیوار
سے مجرم اس پر کودے تھے اس نے ان کے لباس پر امپریل کا نشان بخوبی دیکھ
لیا تھا اور پھر جب اسے ہوش آیا تھا تو اس نے اپنے لباس پر شیشے کے ذرات
چمٹے ہوئے دیکھے تھے۔ اور پھر سیاہ رنگ کی کار جس طرف گئی تھی اسی طرف
امپریل گلاس فیکٹری ہی موجود تھی اسی سے اس نے اندازہ لگایا تھا کہ
مجرموں کا تعلق امپریل گلاس فیکٹری سے ہے۔ مگر یہاں آ کر وہ کچھ اور ہی محسوس کر رہا
تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کسی غلط جگہ پر آ گیا ہو۔ ہر طرف ہو کا عالم
تھا۔

بہرحال تمام فیکٹری انہوں نے چھان ماری۔ مگر کوئی ایسے آثار انہیں نظر نہیں آرہے تھے جن سے مجرموں کا سراغ لگا سکتے۔ نہ ہی انہیں وہاں سیاہ رنگ کی کار نظر آئی تھی۔

"میرا خیال ہے ہمیں واپس چلنا چاہیئے یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے" صفدر نے مایوسانہ لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجرم آئے تو ادھر ہی ہیں آخر وہ کہاں جا سکتے ہیں" عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"آخر تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مجرم ادھر آئے ہیں۔ کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے" تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔

مگر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا اچانک انہیں اپنے پیروں کے نیچے ہلکا سا کھٹکا محسوس ہوا۔ پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے نیچے گولیاں چل رہی ہوں۔ عمران سمجھ گیا کہ دفاتر کے نیچے تہہ خانے موجود ہیں۔ اسے بے اختیار اپنی کھوپڑی پر غصہ آنے لگا جیسے اب زنگ لگتا چلا جا رہا تھا۔

عمران کچھ دیر وہاں کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ وہ عمارت کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر اس نے ان تینوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اور پھر وہ تیزی سے فیکٹری کی دیوار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ادھر کدھر" تشکیل نے پوچھا۔

"ہم واقعی غلط جگہ آگئے ہیں اس کے نیچے تہہ خانے ہیں عمارت کا محل وقوع بتا رہا ہے کہ ان کا راستہ فیکٹری کے اندر سے نہیں ہے فیکٹری سے باہر ہے" عمران نے کہا اور پھر وہ کرانسنگ روپ کے ذریعے دیوار پار کر کے باہر نکل آئے۔

"میرے پیچھے چلے آؤ" عمران نے کہا اور پھر وہ فیکٹری کی پشت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

ڈی ون نے کار بڑی تیز رفتاری سے باہر نکالی اور پھر اس نے اس کا ایکسیلیٹر پوری قوت سے دبا دیا۔ اس کی کار آندھی اور طوفان کی طرح اڑتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی کالونی کے چوک سے وہ دائیں طرف مڑنے کی بجائے فیکٹری کی پشت کی طرف جانے والی سڑک پر چڑھ گیا ڈی تھری اس کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ جب کہ ڈی ٹو پچھلی سیٹ پر براجمان تھا۔

"فیکٹری کی طرف تو سڑک ادھر سے جاتی ہے" ڈی۔ ٹو نے چوک کراس ہوتے ہی ڈی۔ ون سے مخاطب ہو کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے مگر اس طرف جانے کی بجائے ہم فیکٹری کی پشت کی طرف سے اندر داخل ہوں گے ظاہر ہے مجرم چوکنے ہوں گے۔ اس لئے سامنے کی طرف یقیناً ان کا پہرہ ہوگا۔" ڈی۔ ون نے جواب دیا۔

"چوکنے ہوں گے تو پشت کی طرف کونسی خالی ہوگی۔" ڈی۔ ٹو نے جواب دیا۔

"خالی تو نہیں ہوگی۔ مگر اس طرف موٹر ورکشاپ ہے جو آج بند ہوگی وہاں سے ہم آسانی سے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ کوئی آڑ تو ہوگی۔ سامنے تو سپاٹ دیوار ہے"

ڈی وِن نے جواب دیا اور ڈی۔ ٹو خاموش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں فیکٹری کی پشت پر پہنچ گئے۔ انہوں نے کار ایک گلی میں روکی اور پھر وہ تینوں نیچے اتر کر عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ ہوٹر ورکشاپ میں کافی کاریں کھڑی تھیں۔ وہ تینوں ورکشاپ کی دیوار کود کر اندر داخل ہوئے اور پھر ڈی وِن نے انہیں وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور خود کاروں کی آڑ لیتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا جلد ہی وہ ورکشاپ کی عمارت کے دروازے کے قریب پہنچ گیا یہ عمارت ایک کافی بڑے کمرے پر مشتمل تھی جس کا دروازہ بند تھا۔ ڈی۔ وِن نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر تیزی سے دروازے کو اندر کی طرف دبایا۔ مگر دروازہ لاکڈ تھا اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک تار نکالی اور دوسرے لمحے اس تار کے ذریعے وہ تالا کھول لینے میں کامیاب ہو گیا اس نے دروازے کو دبا کر کھول دیا۔ اور پھر اچھل کر دروازے کے اندر داخل ہو گیا۔

اس کے اندر داخل ہوتے ہی ڈی۔ ٹو اور ڈی تھری بھی اندر آ گئے یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں ایک آفس کا فرنیچر موجود تھا۔

"اب اس کمرے سے دوسری طرف کیسے جائیں گے"۔ ڈی تھری نے ڈی۔ وِن سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"ابھی دیکھتی جاؤ میں پورے انتظام کر کے آیا ہوں"، ڈی وِن نے کہا۔

اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر برمے نما ایک چھوٹا سا آلہ نکالا۔ آلے کی نال کے ساتھ ایک چھوٹا سا ڈبہ فٹ تھا ڈی۔ وِن نے ڈبے کے کونے میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور برمے کی نال سے فولاد کی رسی نما ایک باریک تار باہر نکل کر تیزی سے گھومنے لگی۔ ڈی۔ وِن وہ برما لئے اس دیوار کی طرف بڑھ گیا جو فیکٹری اور ورکشاپ کی مشترکہ دیوار تھی اس نے اس تار کے سرے کو

دیوار کے ساتھ لگایا۔ دوسرے لمحے زائیں زائیں کی آواز ہوئی اور وہ فولادی تار سیمنٹ کی مضبوط دیوار کے اندر گھستی چلی گئی۔ ڈی۔ وِن نے ہاتھ کو آہستہ سے نیچے حرکت دی اور تار نے سیمنٹ سے بلاکس کو اس طرح کاٹنا شروع کر دیا جیسے صابن کو تار کاٹتی ہے مگر ابھی اس نے دیوار کو چند انچ ہی کاٹا ہو گا کہ اچانک کمرے کے ایک کونے میں ہلکا سا کھٹکا ہوا۔ اور ڈی۔ وِن نے پھرتی سے آلے کا بٹن بند کر دیا۔ اور پھر وہ تینوں سانپ کی تیزی سے فرنیچر کی آڑ میں ہو گئے ایک لمحے بعد اس کونے سے فرش کا ایک ٹکڑا خود بخود اپنی جگہ سے ہٹتا چلا گیا اب وہاں سے نیچے جاتی ہوئی سیڑھیاں صاف نظر آ رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد ایک آدمی کا سر فرش سے باہر ابھرا۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ باہر فرش پر چڑھ آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سٹین گن موجود تھی وہ تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھا۔ اور پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی ڈی۔ وِن پنجوں کے بل تیزی سے آگے بڑھا اور پھر سیڑھیاں اترتا چلا گیا ڈی۔ ٹو اور ڈی تھری نے بھی اس کی پیروی کی اور جب ڈی۔ تھری سیڑھیوں پر نیچے اتری۔ اسی لمحے اسے دروازہ ایک بار پھر کھلنے کی آواز سنائی دی مگر اس کا سر اس وقت فرش سے نیچے تھا۔

وہ تینوں بڑی احتیاط سے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے گئے سیڑھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ جس میں موجود درز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کھلا ہوا ہے ڈی۔ وِن نے دروازے کو دبایا اور پھر تیزی سے دروازہ کھول کر دوسری طرف رینگ گیا یہ ایک خاصی بڑی گیلری تھی جیسے ہی ڈی۔ ٹو کے بعد ڈی۔ تھری دروازے کے اندر آتی ڈی۔ وِن نے انہیں سائیڈ میں چھپ کر کھڑا ہونا کا اشارہ کیا اور خود بھی دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا انہیں اس آدمی کے سیڑھیاں اترنے

کی چاپ صاف سنائی دے رہی تھی پھر جب وہ آدمی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ ڈی ون نے اچانک اس پر جھپٹا مارا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا ڈی۔ ون ایک ہاتھ اس کے منہ پر دوسرا بازو اس کی گردن میں حائل کر چکا تھا۔ ڈی۔ ون نے بازو کو زور سے جھٹکا دیا۔ اور جدوجہد کی کوشش کرتے ہوئے آدمی نے یکدم جدوجہد ختم کر دی۔ اس کی گردن کی ہڈی ایک تڑاخے سے ٹوٹ چکی تھی ڈی۔ ون نے بڑی پھرتی سے اسے ایک طرف لٹا دیا۔ اور پھر ان دونوں کو پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ گیلری کے اختتام پر ایک اور دروازہ تھا ڈی۔ ون نے بڑی آسانی سے وہ دروازہ کھول دیا۔ اور پھر ایک لمحے کے لئے اندر جھانکا یہ ایک چھوٹا سا برآمدہ تھا۔ جس میں کمروں کے تین دروازے تھے برآمدے میں ایک بھی فرد موجود نہیں تھا وہ تینوں تیزی سے رینگتے ہوئے اس برآمدے میں آ گئے۔ اور پھر دیوار کے ساتھ ساتھ پنجوں کے بل چلتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ ابھی انہوں نے چند ہی قدم اٹھائے تھے کہ اچانک گیلری کا سب سے آخری دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کا آدمی اس میں سے نکل کر تیزی سے ان کی طرف آنے لگا۔ اس کے انداز سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اسے بے حد جلدی ہو۔ وہ تینوں دیوار کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے برآمدے کے آخری کونے میں ایک چھوٹا سا بلب موجود تھا مگر اس کی روشنی خاصی کمزور تھی ادھر ان تینوں نے سیاہ رنگ کے لباس پہنے ہوئے تھے اس لئے برآمدے میں ان کی موجودگی بطور خاص دیکھنے کے علاوہ محسوس نہیں ہوتی تھی مگر اس کے باوجود وہ اس آدمی سے نپٹنے کے لئے پوری طرح تیار تھے مگر وہ آدمی آگے آنے کی بجائے قریب ہی ایک دروازے کے سامنے رک گیا اس نے دروازے کے کونے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر ایک جگہ کو انگلی سے دبایا اور پھر رک گیا چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا اس کے اندر

جاتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

دروازہ بند ہوتے ہی ڈی۔ ون تیزی سے آگے بڑھا باقی دو نے اس کی پیروی کی اور ڈی۔ ون اس دروازے کے سامنے جا کر رک گیا اس نے دروازے کے ساتھ اپنے کان لگا دیئے دوسرے لمحے وہ چونک کر سیدھا ہو گیا کیونکہ دوسری طرف سے اسے ”نفظ“ فارمولا ”سنائی دیا تھا اس نے ان دونوں کو مخصوص انداز میں اشارہ کیا اور پھر ان دونوں نے اپنی مشین گنیں سیدھی کر لیں ڈی۔ ون تیزی سے پیچھے ہٹا اور پھر پوری قوت سے آگے بڑھ کر اس نے اپنے کاندھے سے دروازے کو ٹکر ماری اور دروازہ ایک ہی دھکے سے دھماکے کے ساتھ کھلتا چلا گیا۔

دروازہ کھلتے ہی وہ تینوں اچھل کر کمرے میں داخل ہوئے اور پھر سب سے پہلے ڈی۔ ٹو کی مشین گن نے قہقہہ لگایا۔ اور گولیاں سیدھی سوشیل کے جسم میں ترازو ہو گئیں۔ بلیک ڈاگ بے حد پھرتیلا نکلا جیسے ہی دروازہ دھماکے سے کھلا وہ جھٹکا کھا کر میز کے نیچے ہو گیا اور گولیاں میز کے اوپر سے گذرتی چلی گئیں دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے میز ان کے اوپر اچھال دی۔ اس کے ساتھ ہی کمرے میں موجود مارون اور اس کا ساتھی بھی ان تینوں پر ٹوٹ پڑے ڈی۔ ٹو تو میز سے ٹکرا کر نیچے گر پڑا جب کہ ڈی۔ ون کو مارون اور اس کے ساتھی نے چھاپ لیا۔ البتہ ڈی۔ تھری نے ہوشیاری سے کام لیا۔ اور جیسے ہی سوشیل گولیاں کھا کر کرسی سے نیچے گرا اس نے چھلانگ لگائی اور اچھل کر اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کاغذ کو چھاپ لیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ سیدھی ہوتی بلیک ڈاگ نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ ڈی تھری نے پہلو بچا کر نکلنے کی بے حد کوشش کی مگر بلیک ڈاگ نے بڑی پھرتی سے اس کی گردن کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور ڈی۔ تھری پشت کے بل نیچے فرش پر جا گری بلیک ڈاگ نے پوری قوت

سے اپنی لات اس کے جبڑے پر مارنی چاہی مگر ڈی. تھری سانپ کی سی تیزی
سے ایک طرف ہٹ گئی اور بلیک ڈاگ اپنے ہی زور میں ناچتا ہوا نیچے
آ گرا. پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا ڈی. ٹو نے بھاری بھر کم میز کے نیچے
سے اس پر مشین گن کا فائر کھول دیا. اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے بلیک ڈاگ
کو گولیوں کی بارش نے بھون کر رکھ دیا.

ادھر ڈی. ون نے ان دونوں میں سے ایک کو جھٹکے سے ایک طرف اچھالا
اور پھر دوسرے کے پیٹ میں اتنی قوت سے مشین گن کی نال گھونپ دی کہ
آدھی سے زیادہ نال اس کے پیٹ میں گھستی چلی گئی اس نے بڑی پھرتی سے خون
آلود نال واپس کھینچی اور پھر اپنی طرف چھلانگ لگاتے ہوئے ماردن کو گولیوں
کی باڑھ پر رکھ لیا.

چنانچہ چند ہی لمحوں میں جنگ کا فیصلہ ہو گیا. سوشیل، ماردن اس کا ساتھی
اور بلیک ڈاگ کمرے میں مردہ پڑے تھے. ڈی تھری نے فارمولے والا کاغذ ابھی
تک اپنے ہاتھ میں سنبھالا ہوا تھا ڈی. ٹو کے سر سے خون بہہ رہا تھا. شاید
بھاری میز کے کونے نے اس کا سر پھاڑ دیا تھا. مگر وہ ہوش و حواس میں تھا اور
یہ وہی تھا جس نے بلیک ڈاگ کو بروقت کارروائی کر کے ختم کر دیا تھا.

"چلو جلدی کرو باہر نکلو"

ڈی. ون نے ڈی تھری کے ہاتھ سے فارمولے کا کاغذ جھپٹتے ہوئے کہا اور
پھر وہ تینوں اچھل کر دروازے سے باہر نکل آئے مگر باہر نکلتے ہی انہیں فوری
طور پر غوطہ کھا کر زمین کی طرف جھکنا پڑا کیونکہ برآمدے کے دوسرے کونے سے
پانچ مسلح مشین گن بردار بھاگتے ہوئے ادھر آ رہے تھے اور شاید بھاگنے کی
وجہ سے ہی ان کا نشانہ خطا ہو گیا. اس سے پہلے کہ وہ دوسرا فائر کرتے ڈی. ون

نے غوطہ لگاتے ہوئے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا. ان میں تین آدمیوں کو اسکی گولیوں
نے چاٹ لیا. باقی دو اچھل کر دیواروں کی سائیڈوں میں ہوئے مگر ڈی. ٹو اور ڈی
تھری نے انہیں بھی فائر کرنے کا موقع نہ دیا. اور ان کی مشین گنوں نے قہقہے
برسائے اور وہ دونوں بھی اپنے پہلے ساتھیوں کے ساتھ جا ملے.
ان کے ختم ہوتے ہی وہ تینوں بے تحاشا بھاگتے ہوئے آگے بڑھے اور پھر
سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر والے کمرے میں آ گئے.
ڈی. ون نے بیرونی دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور پھر مطلع صاف پا کر وہ
تیزی سے باہر نکل آیا. اس کے پیچھے پیچھے وہ دونوں بھی باہر آ گئے اور چند لمحوں
بعد وہ بھاگتے ہوئے ورکشاپ کی باؤنڈری کراس کر گئے.
باہر نکل کر ایک لمحے کے لئے انہوں نے ادھر ادھر دیکھا پھر وہ تینوں اس
طرف بھاگ پڑے جدھر ان کی کار موجود تھی. ڈی. ون نے بڑی پھرتی سے دروازہ
کھولا اور سٹیرنگ پر بیٹھ گیا. باقی دو نے بھی بیٹھنے میں بے حد پھرتی دکھائی اور
ان کی کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور پھر آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی
آگے بڑھتی چلی گئی گلی سے نکل کر وہ جب سڑک پر آئے تو ڈی. ون نے کار کی
رفتار اور بڑھا دی. وہ جلد از جلد یہاں سے دور نکل جانا چاہتے تھے, ویسے اس کے
چہرے پر اطمینان کے آثار نمایاں تھے کیونکہ نہ صرف وہ مجرموں کے اڈے سے
صحیح سلامت نکل آنے میں کامیاب ہو گئے تھے بلکہ فارمولا بھی واپس لے آئے تھے.

عمران اور اس کے ساتھی فیکٹری کی دیوار کراس کر کے جب بھاگتے ہوئے پشت کی طرف بڑھے تو اچانک وہ سب ٹھٹھک کر رک گئے کیونکہ انہوں نے تین سیاہ پوشوں کو ورکشاپ کی دیوار کراس کر کے سامنے گلی کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتے وہ تینوں برق کی سی تیزی سے بھاگتے ہوئے گلی میں داخل ہو کر ان کی نظروں سے غائب ہو گئے۔

"شکیل تم میرے ساتھ آؤ. اور باقی تم ورکشاپ کے اندر دیکھو"

عمران نے تیز لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور پھر وہ تیزی سے گلی کی طرف بھاگا۔ شکیل اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ جیسے ہی وہ گلی میں مڑے انہوں نے گلی کے دوسرے کونے سے ایک کار تیز رفتاری سے سڑک پر چڑھتی اور دائیں طرف مڑتی دیکھی۔

"مجرم نکل گئے عمران صاحب" کیپٹن شکیل نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"آؤ میرے ساتھ" عمران نے تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ بے تحاشا بھاگتے ہوئے واپس اپنی کار کی طرف بڑھے۔

کار فیکٹری سے باہر سڑک پر موجود تھی اس لئے انہیں کار تک پہنچتے پہنچتے خاصی دیر ہو گئی۔

"عمران صاحب اب مجرموں کو پکڑنا مشکل ہے" کیپٹن شکیل نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"شٹ اپ جلدی بیٹھو" عمران نے انتہائی غصیلے لہجے میں اسے ڈانٹتے ہوئے کہا اور وہ خود سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ کیپٹن شکیل نے ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر نظر ڈالی اور پھر وہ کان دبا کر کار میں بیٹھ گیا۔

عمران کے چہرے پر دہشت ناچ رہی تھی اس نے کار آگے بڑھائی اور پھر وہ کار کو اتنی سپیڈ سے دوڑانے لگا کہ کیپٹن شکیل کو یوں محسوس ہوا جیسے عمران پاگل ہو گیا ہو۔

کار پوری سپیڈ میں دوڑتی ہوئی جلد ہی چوک میں پہنچ گئی اور پھر عمران نے اسے کالونی کی طرف موڑ دیا۔ جلد ہی اس کی کار دوبارہ اس کوٹھی کے سامنے پہنچ گئی جہاں وہ پہلے داخل ہونا چاہتا تھا مگر کوٹھی سے باہر نکلنے والے مجرموں نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

عمران نے کار روکی اور پھر جھپٹ کر باہر نکل آیا۔ دوسرے لمحے وہ دوڑتا ہوا کوٹھی کے پھاٹک کی طرف بڑھا۔

کوٹھی کے پھاٹک پر وہ کسی پھرتیلے بندر کی طرح چڑھتا چلا گیا اور پلک جھپکنے میں وہ دوسری طرف کود گیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی اور جب کیپٹن شکیل اندر کودا تو اس نے دیکھا کہ عمران آدھے سے زیادہ لان کراس کر چکا تھا۔

کیپٹن شکیل نے عمران کو پہلی مرتبہ اس طرح ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر

دیوانہ وار مجرموں کے اڈے میں گھستے دیکھا تھا۔

چنانچہ جب کیپٹن شکیل پورچ کے قریب پہنچا تو عمران عمارت کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ ویسے کیپٹن شکیل کو پورچ میں وہ کار کھڑی نظر آگئی جس میں مجرم فرار ہوئے تھے۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ عمران صحیح جگہ پر پہنچ گیا ہے۔

برآمدے میں پہنچ کر عمران ایک لمحے کے لئے رکا۔ کیپٹن شکیل بھی اتنے میں اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔ عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کیپٹن شکیل کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر وہ دبے پاؤں آگے بڑھتا ہوا برآمدے کے کونے میں موجود ایک کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازے کے اندر سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔

دروازے کے قریب پہنچ کر عمران نے پوری قوت سے دروازے کو لات ماری اور پھر اچھل کر اندر داخل ہو گیا۔ کیپٹن شکیل بھی دوسرے لمحے اندر داخل ہو گیا۔ اور پھر اس نے عمران کو ایک سیاہ پوش پر جھپٹتے دیکھا جو ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑے لائٹر سے اسے آگ لگانے ہی والا تھا۔

کمرے میں تین سیاہ پوش موجود تھے جن میں سے ایک لڑکی تھی جیسے ہی عمران اس سیاہ پوش پر جھپٹا باقی دو چونک اٹھے۔ اور پھر انہوں نے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ مگر عمران کاغذ چھینتا ہوا اچھل کر کمرے کے دوسرے کونے کی طرف پہنچ گیا۔ اور وہ تینوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے فرش پر جا گرے۔

کیپٹن شکیل نے لپک کر ان میں سے ایک کی گردن پکڑی اور اسے پوری قوت سے اچھال کر کمرے کی دیوار سے مارنا چاہا کہ وہ آدمی کسی جونک کی طرح کیپٹن شکیل سے لپٹ گیا۔

ادھر باقی دو نے فرش پر سے ہی چھلانگ لگائی اور وہ کسی فٹ بال

کی طرح سیدھے عمران کے ساتھ جا ٹکرائے اور پھر وہ دونوں عمران کو دھکیلتے ہوئے کمرے کی دیوار سے جا ٹکرائے۔ عمران اس وقت وہ کاغذ جیب میں ڈال رہا تھا۔ اس لئے ان دونوں کا داؤ چل گیا۔

کیپٹن شکیل نے اپنے ساتھ جونک کی طرح لپٹے ہوئے آدمی کی گردن کو ایک زوردار جھٹکا دیا۔ مگر اسی لمحے اس آدمی نے بڑی پھرتی سے کیپٹن شکیل کی پسلیوں میں کہنی ماری ضرب اتنی جچی تلی اور بھرپور تھی کہ کیپٹن شکیل جیسا آدمی اوغ کی آواز نکال کر نیچے جھک گیا۔

نیچے گرتے ہی عمران بڑی پھرتی سے سیدھا ہوا اور پھر اس نے دونوں ٹانگوں سے ایک حملہ آور کو جو ایک لڑکی تھی اچھال کر دور پھینک دیا مگر دوسرے نے پوری قوت سے عمران کے چہرے پر ٹکر ماری ٹکر خاصی زوردار تھی مگر عمران یہ وار سہہ گیا اس نے اس آدمی کی بائیں پسلی پر بھرپور مکہ مارا اور ایک ہی مکے سے وہ آدمی مری چھپکلی کی طرح پلٹ کر پشت کے بل نیچے زمین پر گر پڑا۔ اور عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا اور وہ لڑکی ایک طرف گرتے ہی جیسے اٹھی مشین گن اس کے ہاتھ آگئی اور پھر جیسے ہی عمران سیدھا ہوا اس نے مشین گن کا فائر اس پر کھول دیا۔ اسی لمحے عمران اپنے قدموں پر پوری قوت سے اچھلا اور ہوا میں اٹھتا ہوا سیدھا اس لڑکی کے سر پر آ گرا مشین گن کی گولیاں اس سے چند انچ نیچے سے گذرتی چلی گئیں۔ لڑکی کو دوسرا فائر کرنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ اور عمران اسے لیتا ہوا نیچے جا گرا۔ پھر عمران نے پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر مکہ مارا اور لڑکی نے ایک لمحے کے لئے تڑپ کر ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیئے۔

ادھر کیپٹن شکیل نیچے جھکا۔ سیاہ پوش نے اس کی گردن پر دوہتڑ مارنا چاہا۔ مگر کیپٹن شکیل نے نیچے جھکتے ہی اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر جھٹکا دیا۔ اور

سیاہ پوش اس کے سر پر سے ہوتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔

پھر تو کیپٹن شکیل نے اسے اٹھنے کی بھی مہلت نہ دی۔ اور اس کو ٹھوکروں پہ رکھ لیا۔ چند لمحوں میں وہ بھی ہاتھ پیر چھوڑ گیا۔

"خاصے لڑاکے ثابت ہوئے ہیں یہ تینوں" عمران نے مسکراتے ہوئے کیپٹن شکیل سے کہا۔

"لڑائی میں خیر اتنے ماہر نہیں ہیں البتہ پھرتیلے حد سے زیادہ ہیں" کیپٹن شکیل نے کپڑے جھاڑتے ہوئے کہا۔

"چلو انہیں اٹھا کر دانش منزل لے چلو ایک کو تم اٹھاؤ دو کو میں اٹھا لیتا ہوں" عمران نے کہا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر ایک سیاہ پوش کو اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا اور دوسرے کو بازو سے کھینچ کر بغل میں دبا لیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی ایک کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر وہ تینوں کو لئے کمرے سے باہر نکل آئے۔

"میرا خیال ہے انہی کی کار استعمال کی جائے" عمران نے کہا اور پھر اس نے کار کا دروازہ کھول کر دونوں کو پچھلی سیٹ پر پھینک دیا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اپنا بوجھ وہیں پھینک دیا۔

"کیپٹن شکیل تم کار لے کر واپس فیکٹری جاؤ اور وہاں کا معائنہ کرو۔ میں انہیں دانش منزل لے جاتا ہوں تم سب وہیں آجانا" عمران نے سٹیرنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے کار موڑ دی۔

کیپٹن شکیل نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ پھاٹک کی طرف دوڑ پڑا اس نے عمران کے لئے پھاٹک کھولا۔ اور خود اپنی کار کی طرف مڑ گیا۔ عمران نے کار کوٹھی سے باہر نکالی اور پھر دانش منزل کی طرف چل پڑا۔ دانش منزل پہنچ کر اس نے تینوں کو مخصوص کمرے میں ڈالا۔ اور پھر ان کی بھرپور تلاشی

لینی شروع کر دی اس نے ان کے جسموں پر صرف کپڑے رہنے دیئے اور باقی تمام چیزیں نکال لیں پھر اس نے مخصوص کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔ دروازہ بند کر کے وہ سیدھا آپریشن روم کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ کون ہیں عمران صاحب" بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا کیونکہ اسے اس کیس کے متعلق سرے سے کچھ علم نہیں تھا۔

"مہمان ہیں"

عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ اور پھر جیب سے کاغذ نکال کر اسے پڑھنے لگا۔ چند لمحے وہ کاغذ کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ٹیلیفون اپنی طرف کھسکایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

بلیک زیرو خاموش بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔ ویسے اس کے چہرے پر ابھی تک حیرت کے تاثرات موجود تھے۔

عمران نے نمبر ڈائل کئے اور پھر رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"سر جمشید میں علی عمران بول رہا ہوں"

"علی عمران اوہ میں سمجھ گیا فرمائیے ہمارے فارمولے کا کیا بنا" سر جمشید نے چونکتے ہوئے کہا۔

"آپ کا فارمولا اس وقت میرے ہاتھ میں ہے مگر اس کاغذ پر تو اس کا نام ائیر لائٹ بم لکھا ہوا ہے" عمران نے لہجے میں حیرت کا عنصر پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں یہ ائیر لائٹ بم کا فارمولا ہی تھا" سر جمشید نے جواب دیا۔

"مگر آپ تو اپنے فارمولے کی بات کر رہے تھے آپ کے فارمولے کا

نام تو سر جمشید ہونا چاہیئے تھا۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

دوسری طرف چند لمحے تو خاموشی رہی پھر سر جمشید جیسے سنجیدہ آدمی کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ شاید عمران کی بات سمجھ گئے تھے۔

"خوب بہت خوب آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں۔" سر جمشید نے ہنستے ہوئے کہا۔

"شکر ہے خدا کا آپ نے مجھے آدمی تو کہا ہے ورنہ یہاں تو سب نے مجھے انسان کہہ کہہ کر غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا" علی عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور سر جمشید ایک بار پھر بے اختیار ہنس پڑے شاید فارمولا ملنے کی خوشخبری نے ان کا موڈ ٹھیک کر دیا تھا۔

"فارمولا میں نے سیکرٹ سروس کے سربراہ کے پاس پہنچا دیا ہے وہ آپ کے پاس بھیج دیں گے۔ باقی آپ لیبارٹری کا حفاظتی انتظام سخت کر دیں۔ کیونکہ مجرم شاید پھر حملہ نہ کر دیں۔" عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ؟ کیا مجرم پکڑے نہیں گئے" سر جمشید نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ان کی بات نہیں کر رہا آپ کی لیبارٹری میں ٹاپ سیکرٹ تجربات ہر لمحے ہوتے رہتے ہیں اس لئے حفاظتی نظام بے حد سخت ہونا چاہیئے۔ اچھا بائی بائی" عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رسیور رکھ دیا۔

اس نے جیسے ہی رسیور رکھا کمرے میں سیٹی کی تیز آواز گونج اٹھی۔ بلیک زیرو نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر تیزی سے میز کے کنارے لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے سامنے دیوار پر لگی ہوئی سکرین روشن ہو گئی اس نے دیکھا کہ پھاٹک کے باہر صفدر اور کیپٹن شکیل موجود تھے اور صفدر کی

کار کھڑی تھی۔

بلیک زیرو نے بٹن دبا کر پھاٹک کھولا اور پھر کار آگے بڑھ آئی برآمدے میں جب کار رکی تو صفدر اور کیپٹن شکیل نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر لاشیں باہر نکال لیں عمران نے دیکھتے ہی اٹھ کر میز کے کنارے لگا ہوا بٹن آن کیا اور مخصوص آواز میں کہنے لگا۔

"صفدر ان کو روم نمبر تھری میں ڈال کر تم سب میٹنگ ہال میں پہنچ جاؤ" اس کے ساتھ ہی اس نے بٹن آف کر دیا۔

"کچھ مجھے بھی بتلائیے یہ سب آخر کیا چکر ہے پہلے آپ تین آدمی لے آئے ہیں اب یہ لوگ دو آدمی اٹھا لائے ہیں پھر کچھ فارمولے کا چکر ہے" جب بلیک زیرو سے نہ رہا گیا تو وہ بول پڑا۔

پھر عمران نے شروع سے آخر تک اسے تمام کہانی تفصیل سے سنا دی۔

"کمال ہے آپ نے اتنا بڑا کیس حل کر دیا اور مجھے ہوا بھی نہیں لگنے دی۔ مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ مجرموں کے بھاگنے کے بعد آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ دوبارہ اسی کوٹھی میں جائیں گے" بلیک زیرو نے کہا۔

"دراصل میں نے بھاگتے ہوئے مجرموں کی جھلک دیکھی تھی اور چونکہ ایکبار پہلے میں انہیں لیبارٹری میں بھاگتا دیکھ چکا تھا اس لئے میں نے مجرموں کا انداز پہچان لیا تھا" عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ابھی بہت سی الجھنیں باقی رہتی ہیں ـــ مثلاً" ....

"سب الجھنیں حل ہو جائیں گی تم میرے ساتھ آؤ۔ نقاب لگا لو۔ ابھی بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کے متعلق میں نے اندازہ ہی لگایا ہے" عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر دونوں آپریشن ہال سے نکل کر مخصوص کمرے کی طرف بڑھنے
لگے۔ بلیک زیرو نے میز کی دراز سے نقاب نکال کر منہ پر چڑھا لیا تھا۔
عمران نے دروازہ کھولا اور پھر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے اندر موجود
تینوں سیاہ پوش ہوش میں آچکے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر وہ چونک کر کھڑے
ہو گئے۔

"اطمینان سے بیٹھ جائیے میں نے آپ لوگوں سے چند باتیں پوچھنی ہیں
اس کے بعد فیصلہ ہو گا کہ آپ کو کیا سزا دی جائے" عمران نے بڑے
پر وقار لہجے میں ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"تم کون ہو" ڈی۔ون نے زبان کھولی۔

"میرا نام علی عمران ہے۔ بس میرا اتنا ہی تعارف کافی ہے میرے ساتھ
سیکرٹ سروس کے سربراہ ایکسٹو ہیں اور اس وقت تم سیکرٹ سروس کے
ہیڈ کوارٹر میں ہو" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

اور ایکسٹو کا نام سن کر وہ تینوں نمایاں طور پر اچھل پڑے ان کی
آنکھوں سے حیرت کے ساتھ ساتھ خوف کا عنصر بھی جھلک آیا۔

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں" ڈی ون نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو آپ لوگ اپنے نقاب اتار دیجئے" عمران نے
بڑے اطمینان سے کہا۔

"نقاب کیسے نقاب" ڈی۔ون نے بوکھلا کے جواب دیا۔

"ربڑ کے ماسک جو آپ تینوں نے چہرے پر چڑھائے ہوئے ہیں"
عمران نے اطمینان سے جواب دیا۔

"ہم نے کوئی نقاب نہیں چڑھائے ہوئے" ڈی۔ون اس بار سخت

لہجے میں کہا۔

"بہتر یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں میں آپ کو یہاں زندہ
صرف اس لئے لے آیا ہوں کہ آپ کے متعلق میں نے ایک اندازہ لگایا تھا اور
صرف اس اندازے کی تسلی کے لئے میں نے اتنا تکلف کیا ہے ورنہ میں تو
مجرموں کو موقع پر ہی گولی مار دینے کا قائل ہوں" عمران نے اس بار انتہائی سخت
لہجے میں جواب دیا۔

ڈی۔ون چند لمحے کچھ سوچتا رہا جیسے فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ عمران کی بات
مانے یا نہیں۔ پھر اس نے اپنی گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا دونوں سائیڈوں کی
طرف چٹکی بھری اور پھر ربڑ کا نقاب مصنوعی بالوں کی وگ سمیت اتار کر ایک
طرف پھینک دیا۔ اب وہ اپنی اصل شکل میں تھا عمران اس کی شکل دیکھ کر دھیرے
سے مسکرا دیا۔ وہ تیکھے نقوش کا مالک ایک خوش شکل نوجوان تھا۔ فراخ پیشانی اور
اونچی ناک اس کی عالی حوصلگی اور مستقل مزاجی ظاہر کر رہی تھی اور آنکھوں میں موجود
چمک ذہانت کا پتہ دے رہی تھی اس کے نقاب اتارتے ہی ڈی۔ٹو اور ڈی
تھری نے بھی نقاب اتار پھینکے

ڈی۔تھری ایک خوبصورت مقامی لڑکی تھی جس کے سنہرے بال شانوں
تک بکھرے ہوئے تھے۔

"تعاون کا شکریہ" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہم نے آپ پر اعتماد کیا ہے اور خاص طور پر ایکسٹو پر کیونکہ ایکسٹو کے
بیشمار کارنامے ہم نے سنے ہوئے ہیں اور ایکسٹو ہمارے لئے ہیرو کا درجہ رکھتے
ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے ہماری بات
سنیں گے کہ ہم مجرم نہیں ہیں" ڈی۔ون نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ تفصیل بتلائیں فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے" بلیک زیرو پہلی بار اپنی مخصوص
آواز میں بولا۔ اس کے پروقار لہجے نے اِن تینوں پر خاصا اثر کیا۔ اور وہ غیر شعوری
طور پر مودب ہو گئے۔

"آپ پہلے یہ بتلائیے کہ آپ نے لیبارٹری پر حملہ کر کے ٹاپ سیکرٹ
فارمولا کیوں اڑایا" عمران نے سوال کیا۔

"میں شروع سے بتلاتا ہوں ہم تینوں ایک ایسے طبقے سے تعلق رکھتے
ہیں جنہیں سرمایہ دار طبقہ کہا جاتا ہے میں نے کرمنالوجی میں ڈاکٹریٹ کی ہوئی
ہے میرا ساتھی سائنس کا ڈاکٹر ہے اور یہ لڑکی بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے ہم تینوں شروع
سے ہی جنگ کی تباہ کاریوں سے نفرت کرتے تھے چنانچہ ایک دن جب ہم
تینوں کلب میں بیٹھے اس موضوع پر بات چیت کر رہے تھے ہم نے
باتوں باتوں میں دنیا کو جنگ کی تباہ کاریوں سے نجات دلانے کا ایک منصوبہ
تیار کیا ہم نے اس کے لئے باقاعدہ ایک تنظیم بنائی جس کا مخفف نام
ڈیسٹنگ تھری تجویز کیا۔ میں نے اپنا کوڈ نام ڈی۔ ون، اس کا ڈی۔ ٹو اور
اس لڑکی کا ڈی۔ تھری تجویز کیا۔

پھر ہم نے باقاعدہ میک اپ کے فن میں مہارت حاصل کی۔
جوڈو اور کراٹے سیکھی اور اس سلسلے میں دیگر تربیتیں باقاعدہ یورپ میں حاصل
کیں اس کے بعد ہم باقاعدہ کسی مہم کو حل کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

ہمارا مشن یہ تھا کہ ہم جنگ کی تباہ کاریاں پھیلانے والے ہتھیاروں اور
اس سلسلے میں فارمولوں کو حاصل کر کے ضائع کر دیں۔ ابھی ہم سوچ ہی رہے
تھے کہ مشن کا آغاز کہاں کریں اور کس طرح کریں کہ ہم نے اخبار میں ائیر لائٹ
بم کے متعلق پڑھا۔ چونکہ یہ ہماری پہلی مہم تھی اس لئے ہم نے اس فارمولے کو

صل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس طرح ہم اپنی صلاحیتیں بھی آزمانا چاہتے تھے۔
چنانچہ ہم نے اس سلسلے میں پروگرام مرتب کر لیا۔ بہرحال تفصیلات سے
طع نظر ہم وہ فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔
مگر جیسے ہی ہم فارمولا لے کر اپنے اڈے پر پہنچے نامعلوم مجرموں نے
ہمیں گیس سے بے ہوش کر دیا اور فارمولا لے اڑے جب ہمیں ہوش آیا
تو اڈے میں فٹ خفیہ کیمروں سے ہم نے ان کے فوٹو حاصل کئے اور پھر ڈی ٹو
نے ایک کلیو دیا کہ یہ لوگ امپریل گلاس فیکٹری سے متعلق ہیں چنانچہ ہم ان
پر چڑھ دوڑے اور نتیجہ میں وہاں سے بھی فارمولا حاصل کرنے میں کامیاب
ہو گئے مگر ابھی ہم اپنے اڈے پر پہنچے ہی تھے کہ آپ لوگ آ گئے اور نتیجے میں
ہم یہاں موجود ہیں" ڈی۔ ون نے پوری تفصیل بتلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے میرا بھی یہی اندازہ تھا۔ اور میں نے یہ اندازہ صرف اس
بنا پر لگایا تھا کہ آپ لوگوں نے کمال حسین کو قتل کرنے کی بجائے
اس کے ذہن کو تعمیر کی طرف منتقل کر دیا تھا" عمران نے طویل سانس
لیتے ہوئے جواب دیا۔

"اب ہمارے متعلق آپ کیا فیصلہ کریں گے" ڈی۔ ون نے امید بھرے
لہجے میں سوال کیا۔

"آپ لوگوں نے اس سلسلے میں چند غلط قدم اٹھائے ہیں نمبر ایک آپ نے
لیبارٹری کے ایک ذمہ دار آفیسر سلطان کو قتل کیا ہے پھر دو ملٹری پولیس
کے آدمی آپ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اس لئے آپ کے متعلق فوری فیصلہ
نہیں ہو سکتا۔ آج آپ یہیں رہیں کل آپ کے متعلق فیصلہ ہو جائے گا"
عمران نے کہا اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بلیک زیرو بھی اٹھا اور پھر وہ دونوں

کمرے سے باہر نکل آئے۔

"کیا خیال ہے عمران صاحب انہیں حکومت کے حوالے کر دیں۔ بہر حال یہ مجرم ہیں۔ انہوں نے دفاعی راز چرایا ہے" بلیک زیرو نے کہا۔

"ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ پہلے صفدر کی روداد سن لیں" عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اور پھر بلیک زیرو تو آپریشن روم کی طرف مڑ گیا۔ البتہ عمران سیدھا میٹنگ ہال کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"سناؤ بھائی کیا تیر مار آئے ہو" عمران نے اندر داخل ہوتے ہی کہا۔

"آپ نے اچھا کیا ہماری کار ہی لے اڑے اگر کیپٹن شکیل واپس نہ آتا تو ہم پیدل چل چل کر مر جاتے" صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا یعنی زندگی میں میں نے پہلی بار غلطی کرتے ہوئے کیپٹن شکیل کو کار دے کر واپس بھیج دیا اور آپ احسان ماننے کی بجائے الٹا ناراض ہو رہے ہیں" عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"نہیں نہیں آپ کی مہربانی بہرحال سنیئے۔ جب ہم ورکشاپ میں داخل ہوئے تو اس کی عمارت کے اندر سے سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ ان سیڑھیوں کے ذریعے ہم تہہ خانوں میں پہنچ گئے تہہ خانے خالی تھے البتہ نو لاشیں وہاں موجود تھیں۔ ہم نے وہاں کی تلاشی لی تو کاغذات ملے لانگ فریکوینسی ٹرانسمیٹر بھی وہاں موجود تھا۔ وہ کاغذات اور ان کے سرغنے اور اس شخص کی جس نے ہماری کار پر فائرنگ کی تھی۔ لاشیں ہم یہاں لے آئے ہیں باقی سامان اور لاشوں پر پہرہ دینے کے لئے تنویر کو ہم وہیں چھوڑ آئے ہیں۔ صفدر نے کہا اور پھر اس نے جیب سے کاغذات کا ایک بلنڈہ

ال کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے وہ کاغذات اٹھائے اور انہیں سرسری طور پر پڑھنا شروع کر دیا۔

"خوب زبردست موذی مار دیا ہے یار لوگوں نے" عمران نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب"؟ کیپٹن شکیل اور صفدر نے چونک کر کہا۔

"سرغنہ جس کی لاش تم لے آئے ہو اس کے چہرے پر زخموں کے نشان ہیں" عمران نے جواب دینے کی بجائے سوال جڑ دیا۔

"ہاں اتنے نشان کہ ان کی گنتی نہیں کی جا سکتی" صفدر نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پھر وہی ہے یہ یورپ کا مشہور ترین اور خطرناک ترین مجرم بلیک ڈاگ تھا ایک ایسا مجرم جس سے پورا یورپ کانپتا ہے" عمران نے جواب دیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ٹھیک ہے اب تم لوگ جا سکتے ہو۔ میں یہ کاغذات ایکسٹو کو پہنچا دیتا ہوں وہ خود ہی تنویر کو بھی ہدایات دے دے گا" عمران نے کہا۔

"اور آپ" صفدر نے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے تمہارے چوہے نے روک رکھا ہے میں سوچ رہا ہوں شاید اسے مجھ پر ترس آگیا ہو۔ اور وہ جولیا سے میری شادی کا فیصلہ کر چکا ہو۔ موقع بھی اچھا ہے تنویر بھی موجود نہیں ہے"

عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا اور دونوں بے اختیار ہنس پڑے اور عمران وہیں ٹھہرا رہا اور وہ دونوں میٹنگ ہال سے باہر نکل گئے جب عمران نے اندازہ کر لیا کہ وہ دانش منزل سے باہر جا چکے ہوں گے تو وہ آپریشن روم میں آ گیا۔

"طاہران ڈیئوں نے ایک بڑا معرکہ مارا ہے" عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"

بلیک زیرو نے پوچھا اور عمران نے بلیک ڈاگ کے متعلق تفصیل سے بتا دیا۔

"واقعی یہ تو اندھے کے پیر نیچے بٹیر آجانے والی بات ہے مگر وہ ان سے کیسے ٹکرا گیا وہ چاہتا تو خود فارمولا حاصل کر سکتا تھا" بلیک زیرو نے کہا۔

"یہ تینوں ابھی اناڑی ہیں کہیں اپنے مشن کا عام جگہ پر ذکر کر بیٹھے ہوں گے۔ اسے سن گن مل گئی چنانچہ اس نے خود سامنے آنے کی بجائے ان کی نگرانی شروع کرا دی ہوگی اور پھر جیسے ہی یہ فارمولا لائے اس نے فارمولا حاصل کر لیا۔ عمران نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"پھر اب کیا خیال ہے" بلیک زیرو نے کہا۔

"بلیک ڈاگ کا خاتمہ کر کے انہوں نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جو ان کے حق میں جاتا ہے پھر ان کا مشن بھی تعمیری ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان میں ایسی صلاحیتیں بھی ہیں کہ یہ اپنے مشنز کو بآسانی پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں صرف تجربے کی کمی ہے جو آہستہ آہستہ پوری ہو جائے گی دراصل ان سے غلطی یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے پہلا مشن اپنے ہی ملک میں شروع کر دیا۔ ظاہر ہے نتیجہ یہی ہونا تھا جو ہوا" عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی بہرحال فیصلہ تو آپ نے کرنا ہے" بلیک زیرو نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"بس فیصلہ ہو چکا، میں خود ان کی تنظیم میں شامل ہو جاتا ہوں ڈی. فور کا عہدہ تو مل جائے گا ورنہ یہاں تو ظاہر ہے ایکسٹو کی سیٹ پر تم نے قبضہ جما رکھا ہے۔ نجانے کب ہمارا نمبر آئے"

عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور بلیک زیرو بے اختیار ہنس پڑا۔

"اچھا تم ایسا کرو کہ یہ فارمولا کسی ممبر کے ہاتھ سر جمشید کو بھجوا دو اور بلیک ڈاگ اور اس کے ساتھیوں کی لاشیں فیاض کو بھجوا دو۔ ان کے کاغذات بھی فیاض کے حوالے کر دو۔ تنویر کو واپس بلوا لو۔ حکومت کو فارمولا بھی مل گیا اور مجرم بھی۔ اللہ اللہ خیر سلا" عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اور آپ"

بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"میں اپنی تنظیم کے ممبران کی آج اپنے فلیٹ پر دعوت کروں گا انہیں مونگ کی دال کھلا کر احمق پن کے اسرار و رموز سے آگاہ کروں گا۔ اور اس کے بعد انہیں کسی نئے مشن کی تلاش میں روانہ کر دوں گا" عمران نے جواب دیا۔

"کیا بات ہے عمران صاحب آپ کو اس تنظیم سے بڑی ہمدردی پیدا ہو گئی ہے کچھ ......؟"

بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے بڑے ذہین ہو گئے ہو۔ بڑی جلدی بات کی تہہ تک پہنچ گئے دراصل وہ لڑکی ....؟

عمران نے بڑے رازدارانہ انداز میں بلیک زیرو کو آنکھ مارتے ہوئے کہا۔

اور پھر جھپٹ کر دروازے کی طرف بڑھا مگر دروازے پر ہی وہ مڑا
"ارے ھاں جولیا کو نہ بتلانا ورنہ میری شامت آجائے گی۔"
عمران نے کہا اور پھر تیزی سے باہر نکل گیا۔
بلیک زیرو کافی دیر تک بیٹھا ہنستا رہا پھر اس نے ٹیلیفون پر سپرنٹنڈنٹ
فیاض کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

ختم شد

مظہر کلیم ایم اے
یکے از مطبوعات
یوسف برادرز
پبلشرز، بک سیلرز
پاک گیٹ ، ملتان